رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

إن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء
عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا

خاص نمبر
بیاد نگار
حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

روزنامہ
الفضل ربوہ
The Daily
ALFAZL
RABWAH

فون نمبر ۴۹
تار کا پتہ - ڈیلی الفضل ربوہ

جلد ۵۲/۱۷ | ۲۹ اخاء ۱۳۴۲ ش ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء | نمبر ۲۵۳

شبیہ مبارک حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز کی حالت میں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی اہم اجتماعی مصروفیات کے بعض ایمان افروز مناظر

جلسہ سالانہ میں افتتاحی دعا کا ایک منظر

حضرت میاں صاحبؓ جلسہ سالانہ کا افتتاح فرما رہے ہیں

حضرت میاں صاحبؓ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ فضل عمر ہسپتال کی افتتاحی تقریب میں۔

اجتماع انصار اللہ ۱۹۵۸ء سے افتتاحی خطاب

حضرت میاں صاحبؓ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ہمراہ

روزنامہ الفضل لاہور کی
مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۳ء

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک پہلو

جماعت احمدیہ اصولاً ایک سیاسی جماعت نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے اغراض ومقاصد میں ایک سیاسی پارٹی کے طور پر ملک کے اقتدار پر قبضہ کرنا شامل نہیں ہے۔ اس کے پیش نظر صرف تجدید واحیائے دین اور اشاعت اسلام ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ احمدی ملکی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت نے اس حد تک ملکی سیاست سے شروع سے ہی تعلق رکھا ہے کہ وہ ہمیشہ کوشش کرتی رہی ہے کہ مسلمانوں کو جو سیاسی مشکلات پیش آتی رہی ہیں ان میں مسلمانوں کا ساتھ دے اور ان کو دشمن کے دباؤ سے بچائے۔

اس کے علاوہ چونکہ ملکی سیاست کا ہر فرد پر اثر پڑتا ہے اس لئے جماعت احمدیہ حقوق اور اخلاقی نقطۂ نظر سے بھی اس سے دلچسپی رکھتی ہے۔ ایک مومن کے لئے اقتدار کی ہوس تو اسلام کیا ہر مذہب میں ناجائز ہے تاہم کوئی انسان ملکی سیاست سے بالکل علیحدہ نہیں رہ سکتا اور چونکہ سیاست میں بھی خیر وشر کا پہلو ہوتا ہے اور اسلامی نظریۂ سیاست کا انحصار بھی انفرادی خیر وشر کی طرح حقوق پر ہے جس کا عدل وانصاف اور ملکی امن کے قیام کے طریقوں پر عمل کرنے میں اظہار ہوتا ہے۔

اسلام کے نزدیک سیاست کا مقصد یہی ہے کہ عدل وانصاف کو دنیا میں قائم کیا جائے تاکہ حالات کے مطابق ملک وقوم میں امن کی فضا قائم رہے اس لئے ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ ان باتوں کے لئے بھی جدوجہد کرے جو کہ ان میں ممد ہوں۔ عدل وانصاف اور امن قائم کرنے کے لئے ممد ومعاون ہوں۔ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک مومن کو چاہئیے کہ جہاں تک اس کا بس چلے لوگوں میں برائیوں کو روکے۔ اگر وہ حاکم نہیں ہے اور عدل وانصاف اور امن کو طاقت سے قائم نہیں کر سکتا تو اس کو چاہئیے کہ تحریر وتقریر کے ذریعہ ہی برائیوں کا انسداد کرے۔ اور اگر اس کا بھی یارا نہ ہو اور تقریر وتحریر سے برائیاں دور کرنے کی توفیق نہ ہو تو ان برائیوں سے اظہار لاتعلقی ہی کرے۔ الغرض ملک میں عدل وانصاف اور امن کے قیام کی جدوجہد کرنا بھی ایک حقیقی مومن کے فرائض وخصائص میں سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ برصغیر ہند میں بلکہ دنیا میں عدل وانصاف اور امن کے قیام کیلئے کئی ایک مواقع پر تقریروں اور تحریروں سے کوشش کی ہے چنانچہ آپ نے نہرو رپورٹ پر ایک نہایت قیمتی تبصرہ فرمایا تھا۔ اور عدم تعاون کی تحریک پر بھی مسلمانوں کو صحیح لائحہ عمل کی طرف رہنمائی فرمائی۔ پھر آپ نے ایک رسالہ میں برصغیر کی سیاست کے ان پہلوؤں کو بھی پیش کیا جن کی وجہ سے ملک میں آزادی اور عدل وانصاف کی فضا ترقی کر سکتی تھی۔ پھر آپ نے مسلمانوں کے اندرونی تنازعات اور کشمکش کے لئے بھی کئی ایک لیکچروں میں نہایت مفید اصول پیش کئے جن پر اگر آج بھی مسلمان عمل پیرا ہو جائیں تو یقیناً یہاں فرقہ وارانہ تنازعات ختم ہو سکتے ہیں۔

یہ باتیں ہم نے بطور تذکرہ پیش کی ہیں یہاں ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مرحوم ومغفور سیدنا حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے اپنے کردار سے جماعت احمدیہ کے دوسرے پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے وہاں آپ نے ملکی سیاست میں بھی نہایت متوازن فکر وعمل پیش کیا بلکہ عملاً عدل وانصاف اور امن کے قیام کیلئے نمایاں حصہ لیا چنانچہ تقسیم کے وقت آپ نے جماعت احمدیہ کی قادیان میں حفاظت کیلئے جو کام کیا وہ کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ نے اپنے امام کے حکم کے ماتحت قادیان سے اس وقت تک نہیں نکلے جب تک وہ تمام احمدی مرد، عورتیں اور بچے نہ صرف قادیان سے بلکہ مشرقی پنجاب سے پاکستان میں بخیریت نہیں پہنچ گئے۔

اس وقت قادیان کی یہ حالت تھی کہ گرد کے دور دور کے دیہات میں رہنے والے مسلمان بھی قادیان میں اکٹھے ہو گئے تھے یہ آپ ہی کا حسن انتظام تھا کہ اس انبوہ کثیر کے کھانے پینے اور رہائش کے لئے سامان بہم پہنچایا۔

پھر آپ نے تقسیم سے پہلے ایک نہایت مفید اور بصیرت افروز مضمون "خالصہ ہوشیار باش" کے زیر عنوان لکھا جو الفضل اور کئی ایک دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہوا اور ٹریکٹ کی صورت میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا گیا۔ اس مضمون میں سکھوں کو تلقین کی گئی کہ وہ ایسا قدم نہ اٹھائیں جو ان کی تباہی کا باعث ہو۔ اس شہرہ آفاق مضمون میں آپ نے ملکی سیاست کو جس گہری نظر سے مطالعہ کیا اور صحیح نتائج پر روشنی ڈالی ہے آج ہم ان نتائج کو سکھوں کی بھارت میں موجودہ حالت کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے اپنی دور رس نگاہ سے وہ سب کچھ اسی وقت دیکھ لیا تھا جو بھارت میں سکھوں پر گزرنے والا تھا۔ آج جب ہم آپ کے اس مضمون کو پڑھتے ہیں تو اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ سکھوں کی آئندہ تاریخ کا ڈرامہ گویا کشفی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔

کلام حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مال دل دے دیا فقیر ہوئے
اس فقیری میں ہم امیر ہوئے

جب سے دیکھا ہے روئے یار ازل
بت مری آنکھ میں حقیر ہوئے

ان نگاہوں نے کر دیا گھائل
جگر ودل کے پار تیر ہوئے

زاہدو! تم سے دل ملے کیونکر
تم ہو آزاد ہم اسیر ہوئے

دل غنی ہے متاع دنیا سے
جب سے اس در کے ہم فقیر ہوئے

آؤ بلبل کہ مل کے نالہ کریں
ہو گیا عرصہ ہمصفیر ہوئے

دل میں کیا جانے کیا خیال آیا
آج نغمہ سرا بشیر ہوئے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشوف و الہامات

(۱)

پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق اولوالعزم فرزند (یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کی ولادت کے قریباً تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے الہام خاص کے ذریعہ ایک اور عظیم الشان فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اس الہام کو جو ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء کو نازل ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی کے طور پر فروری ۱۸۹۳ء میں اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں شائع فرمایا۔ الہام کے الفاظ یہ ہیں:

"یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَمْرُکَ یَتَاَتّٰی۔ یَسُرُّ اللّٰہُ وَجْھَکَ وَیُنِیْرُ بُرْھَانَکَ۔ سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ۔ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ۔ یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا اور تیرے برہان کو روشن کر دے گا۔ اور تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا۔ اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا۔ اور میرا نور نزدیک ہے۔"
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ فروری ۱۸۹۳ء)

(۲)

مندرجہ بالا الہام کے نازل ہونے کے پانچ ماہ اور اس کی اشاعت کے ۳ ماہ بعد جب ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو اسی روز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں آپ نے نومولود کو الہام مندرجہ آئینہ کمالات اسلام کا مصداق قرار دیا اور لکھا کہ چند ماہ پیشتر خدائی الہام کی بناء پر ایک اور لڑکے کے پیدا ہونے کی جو پیشگوئی کی گئی تھی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری ہو گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے رقم فرمایا:

"۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے۔ جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ۔ یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا۔ یقیناً میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا خاص کر ایسا شخص جو اس پیشگوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اب چاہیے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی۔ کیا یہ استدراج ہے یا نجوم یا رمل ہے اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے۔ جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔"
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء بحوالہ تبلیغ رسالت جلد سوم)

(۳)

نیز حضور علیہ السلام نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے رقم فرمایا:

"میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۶ کی چوتھی سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کی تاریخ دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے اور پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَمْرُکَ یَتَاَتّٰی۔ یَسُرُّ اللّٰہُ وَجْھَکَ وَیُنِیْرُ بُرْھَانَکَ سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ۔ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ (دیکھو صفحہ ۲۶۶ آئینہ کمالات اسلام) یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا۔ تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائے گا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا۔ اور نیز یہ کہ شکل و شباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا اور میرا نور قریب ہے (شاید نور سے مراد پسر موعود ہو) پھر جب یہ کتاب "آئینہ کمالات اسلام" جس میں یہ پیشگوئی تاریخ دہم دسمبر ۱۸۹۲ء درج ہے اور جس کا دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے ۲۶ فروری ۱۸۹۳ء میں شائع ہو گئی جیسا کہ اس کے ٹائٹل پیج سے ظاہر ہے۔ تو ۲۶ فروری ۱۸۹۳ء کو جیسا کہ اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء سے ظاہر ہے اس پیشگوئی کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا اور درحقیقت وہ لڑکا صورت کی رو سے فضل احمد سے مشابہ ہے جیسا کہ پیشگوئی میں صاف اشارہ کیا گیا۔ اور یہ لڑکا پیشگوئی کی تاریخ دسمبر ۱۸۹۲ء سے تخمیناً ۵ مہینے بعد پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی تاریخ میں اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو چھپوایا گیا جس کے عنوان پر یہ عبارت درج ہے منکرین کو ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیشگوئی خاص محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لائق ہے۔"
(تریاق القلوب مطبوعہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۲)

(۴)

نیز اس پیشگوئی کا حقیقۃ الوحی میں ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"چھتیسواں نشان یہ ہے کہ پہلا لڑکا محمود احمد پیدا ہونے کے بعد میرے گھر میں ایک اور لڑکا پیدا ہونے کی خدا نے مجھے بشارت دی۔ اور اس کا اشتہار بھی دوسرے لوگوں میں شائع کیا گیا چنانچہ دوسرا لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۲)

(۵)

حضور علیہ السلام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ؓ کے متعلق ۱۸۹۸ء کا ایک الہام درج کرتے ہوئے "نزول المسیح" میں فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ ہمارے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں بہت خراب ہو گئی تھیں پلکیں گر گئی تھیں اور پانی بہتا رہتا تھا آخر ہم نے دعا کی تو الہام ہوا۔ "بَرِّقْ طِفْلِیْ بَشِیْر" یعنی میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ اس الہام کے ایک ہفتہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی اور آنکھیں بالکل تندرست ہو گئیں۔ اس سے پہلے کئی سال انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ حالت ابتر ہوتی جاتی تھی۔" (نزول المسیح صفحہ ۲۳۳)

(۶)

"صبح کے وقت الہام ہوا۔ اول خواب میں دیکھا کہ گویا ایک مسجد میں ہوں۔ بشیر احمد میرا لڑکا میرے پاس ہے۔ وہ مشرق اور کچھ شمال کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے اس طرف زلزلہ گیا اور مجھے زلزلہ آنے سے پہلے

الہام ہوا اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ اور پھر الہام ہوا مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلٰی یعنی وہ ایسا امر ہوگا جس سے حق کھل جائے گا اور حق ظاہر ہوگا۔"
(تذکرہ ص۱۲)

(۷)

"شب گذشتہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس قدر زنبور ہیں (جن سے مراد کینہ ور دشمن ہیں) کہ تمام سطح زمین ان سے پُر ہے۔ ٹڈی دل سے زیادہ ان کی کثرت ہے۔ اس قدر ہیں کہ زمین کو قریباً ڈھانک دیا ہے اور تھوڑے سے ان میں سے پرواز بھی کر رہے ہیں جو نیش زنی کا ارادہ رکھتے ہیں مگر نامراد رہے اور میں اپنے لڑکوں شریف اور بشیر کو کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھو اور بدن پر پھونک لو کچھ نقصان نہیں کریں گے اور وہ آیت یہ ہے
وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ (تذکرہ ص۶۶۳)

(۸)

"عالم کشف میں ایک اشتہار دکھایا گیا اس کے سر پر لکھا ہوا ہے:
اَلْمُبَارَکُ
پھر بطور وحی کے زبان پر جاری ہوا:
بُوْرِکَ' وَ اَبْرِزَۃُ غَیْرُ هٰذَا، نَزَّحْلَ
اس کے بعد ایک رؤیا ہوا کہ میں رات کو اٹھا ہوں پیچھے بشیر احمد شریف احمد ملے۔ پھر میں آگے جاتا ہوں کہ پہرے والوں کو جگاؤں تو میں کہتا ہوں یا کوئی کہتا ہے کہ
"اس کے آگے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں"
(تذکرہ ص۵۴۲)

(۹)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
"ایک کشف ہوا کہ ہم نے دیکھا والدہ محمود قرآن شریف آگے رکھے ہوئے پڑھتی ہیں جب یہ آیت پڑھی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا اور اس میں اُولٰٓئِكَ پڑھا تو محمود سامنے آکھڑا ہوا۔ پھر دوبارہ اُولٰٓئِكَ پڑھا تو بشیر آکھڑا ہوا۔ پھر شریف آگیا — پھر فرمایا جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔"
(تذکرۃ المہدی مصنفہ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی حصہ دوم ص۳۰)

دو ستمبر کی شب غم نے غموں سے بھر دیا
۱۳۴۲ ہجری شمسی

مکرم حکیم محمد لطیف صاحب امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد

دو ستمبر کی یہ کیسی رات تھی میرے خدا
چھپ گئے ہیں جس کی تاریکی میں قمر الانبیاءؓ
ایسی تاریکی۔ کہ تاریکی کبھی دیکھی نہیں
چودھویں کے چاند کو بھی جس نے غائب کر دیا
حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی رحلت پر ہمیں
دو ستمبر کی شب غم نے غموں سے بھر دیا
۱۳۴۲
ان کی مرقد پر کروڑوں رحمتوں کا ہو نزول
ہے یہ میری اور سب خورد و کلاں کی یہ دعا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ
کے
ایک مکتوب گرامی کا عکس

ذیل میں ہم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ایک مکتوب گرامی کا عکس شائع کرتے ہیں جو آپ نے اپنے فرزند صاحبزادہ مرزا انیس احمد صاحب کے نام ارسال فرمایا تھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

قطعہ تاریخ وفات حضرت قمر الانبیاءؓ

اے چشمۂ علم و ہدیٰ اے صاحب فہم و ذکا
اے باصفا و باوفا اے نیک سیرت پارسا
اے صاحب نور و ضیا اے عاصیوں کے رہنما
تو بندۂ غفار ہے محبوب نبی مصطفیٰ
۱۳۴۲ ہش

اس میں بندۂ غفار سے ۱۳۴۲ عدد نکلتے ہیں اور یہ ہجری شمسی سال ہے۔
(یعقوب امجد لاہور)

— ضروری تصحیح —

اس خاص نمبر میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کے مضمون (مطبوعہ) کالم چہارم کے آخری حصہ میں [illegible] ایک ذکر ہے انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ یہ خواب اصل میں مکرم راجہ علی محمد صاحب سیکرٹری [illegible] کا ہے۔ احباب اس کی تصحیح فرما لیں۔

مجھ پر بھی اک نظر مرے پروردگار ہو

کلام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بصیرت افروز نظم ۱۹۱۰ء میں اپنی طالب علمی کے زمانہ میں کہی تھی:

سر پر کھڑی ہے موت ذرا ہوشیار ہو
ایسا نہ ہو کہ توبہ سے پہلے شکار ہو

زندہ خدا سے دل کو لگا اے عزیز من!
کیا اس سے فائدہ جو فنا کا شکار ہو

کیوں ہو رہا ہے عشقِ بتاں میں خراب تو
تجھ کو تو چاہیئے کہ خدا پر نثار ہو

یادِ خدا میں تجھ کو ملے لذت و سرور
بس تیری زندگی کا اسی پر مدار ہو

تجھ کو اسی کا شوق ہو ہر وقت ہر گھڑی
ہر دم اسی کے عشق کا سر میں خمار ہو

خالی ہو دل ہوائے متاعِ جہان سے
تجھ کو بس ایک آرزوئے وصلِ یار ہو

یادِ حبیب سے نہ ہو غافل کبھی بھی تو
اس بات سے کوئی تیرا مانع ہزار ہو

سینہ تیرا ہو مدفنِ حرص و ہوا و آز
دل تیرا تیری آرزوؤں کا مزار ہو

جاہ و جلالِ دنیائے فانی پہ لات مار
گر تو یہ چاہتا ہے کہ تو باوقار ہو

ہو فکر تجھ کو روزِ جزا کی لگی ہوئی
اور اس کے غم میں آنکھ تری اشکبار ہو

تسکینِ دل تو چاہتا ہے گر تو چاہیئے
دل کو ترے کبھی بھی نہ اے جاں قرار ہو

ایسا نہ ہو کہ تجھ کو گرا دے یہ منہ کے بل
ہاں ہاں سنبھل کے نفسِ دنی پر سوار ہو

آگاہ تجھ کو تیری بدی پر کرے ضمیر
ناصح ہو دل ترا نہ کہ یہ خاکسار ہو

طالب نگاہِ لطف کا ہوں مدتوں سے میں
مجھ پر بھی اک نظر مرے پروردگار ہو

احمد یہی دعا ہے کہ روزِ جزا نصیب
تجھ کو نبی کریم کا قرب و جوار ہو

میرے منجھلے بھائیؓ کی گھریلو زندگی

رقم فرمودہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے میرے بھائیوں کا ظاہر تھا ہی بہترین مگر باطن بھی پاکیزہ رہا۔ میری نظر نے تمام تعلقات رشتہ اور محبت کو الگ رکھتے ہوئے جب بھی غور کیا ظاہر سے بھی بہتر ان کے دلوں کو پایا۔ کوئی نفاق نہیں کوئی ریا نہیں کوئی مکاری نہیں نہ کسی سے بغض و حسد نہ دنیا کے معاملات کے لئے غصہ اور انتقام کا جذبہ۔ ہمیشہ صاف شفاف دل والے رہے۔ یہی نمونہ گھریلو زندگی میں حضرت منجھلے بھائی صاحبؓ کا بھی ہمیشہ دیکھا اور ہمیشہ رہا وہ بھی بہت اچھے بھائی، بہت اچھے بیٹے، اچھے شوہر، اچھے آقا، اچھے عزیز، اچھے ہمسایہ، اچھے دوست، اچھے رفیق تھے، اچھے صلاح کار، نیک مشورہ دینے والے اور ہر ایک کا بھلا چاہنے والے تھے۔

بچپن:-

مجھے کبھی یاد نہیں کہ بہت چھوٹی عمر میں بھی کبھی کسی بھائی نے مجھے کڑی نظر سے بھی دیکھا ہو یا لڑے جھگڑے ہوں۔ بڑے بھائی (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) تو خیر بڑے تھے۔ ان کا پیار تو ہمیشہ مجھے سب سے بڑھ کر رہا مگر میرے منجھلے بھائی، چھوٹے بھائی بھی اس عمر سے اب تک ہمیشہ شفیق اور چاہنے والے ہمدرد رہے۔

میری ہوش میں پہلا نظارہ منجھلے بھائیؓ کے بچپن کا جو مجھے بہت صاف یاد ہے وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہیں باہر سے تشریف لائے تھے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ آکر بیٹھے میں پاس بیٹھ گئی اور سب معہ حضرت اماں جانؓ بھی بیٹھے تھے کہ ایک فراخ سینہ، چوڑے منہ والا، ہنس مکھ لڑکا سرخ چوگوشیہ مخملی ٹوپی پہنے بے حد خوشی کے اظہار کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کھڑا ہو کر اچھلنے کودنے لگا۔ یہ میرے پیارے منجھلے بھائیؓ تھے۔ حضرت اقدس مسکرا رہے ہیں دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "جاٹ ہے جاٹ"۔

آپ حضرت مسیح موعودؑ کو بچپن میں "تو" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ حضرت اماں جانؓ روکتی تھیں کہ اب تم "تو" نہ کہا کرو تو حضرت مسیح موعودؑ فرماتے۔

"تم روکو نہیں اس کے منہ سے مجھے "تو" کہنا پیارا لگتا ہے"۔

پھر ذرا بڑے ہوئے تو خود ہی "تو" کہنا تو چھوڑ دیا مگر ایسا حجاب رہا کہ تم، آپ بھی کہا یونہی بات کر لیتے مگر تو کی جگہ کچھ نہ کہتے۔ طبیعت میں سنجیدگی اور حجاب بہت جلدی پیدا ہوگیا تھا۔ بہت کم بولتے اور کم ہی بے تکلف ہوکر سامنے آتے تھے۔ ویسے طبیعت میں لطیف مزاح بچپن سے اب تک تھا۔ ایسی بات کرتے چپکے سے کہ سب ہنس پڑتے اور خود ویسا ہی سا منہ بنائے ہوتے۔ حضرت اماں جانؓ فرماتی تھیں کہ اوّل تو بچوں کو کبھی میں نے مارا نہیں ویسے ہی کسی شوخی پر اگر دھمکایا بھی تو "میرا بشریٰ" ایسی بات کرتا کہ مجھے ہنسی آجاتی اور غصہ دکھانے کی نوبت بھی نہ آنے پاتی۔

ایک دفعہ شاید کپڑے بھگو لینے پر ہاتھ اٹھا کر دھمکی دی تو بہت گھبرا کر کہنے لگے۔ "نہ اماں کہیں چوڑیاں نہ ٹوٹ جائیں" اور حضرت اماں جانؓ نے مسکرا کر ہاتھ نیچے کر لیا۔

حضرت والدہ صاحبہؓ سے تعلق:-

حضرت اماں جانؓ سے محبت بھی بے حد کرتے تھے اور ادب و احترام بھی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ روز آکر بیٹھنے کے علاوہ مسجد میں جاتے آتے تب بھی ضرور خیریت پوچھ کر اور دبا کر کے جاتے۔ اپنے دل کا ہر دکھ حضرت اماں جانؓ سے بیان کرتے اور حضرت اماں جانؓ کی دعا، پیار و محبت کی تسلی سے تسکین پاتے۔ حضرت اماں جانؓ کی ملازموں تک کو ادب سے پکارتے اور ان کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ جب کبھی بڑھیا پرانی بے تکلف خادمہ سے مذاق بھی کرتے تو بڑے انکسار سے کہ سب ہنس دیتے اور وہ نادم سی ہو جاتی۔ ابتداء سے ہی جب آمد کم اور گزارا اپنا بھی مشکل تھا ضرور ہر ماہ چپکے سے کچھ رقم حضرت اماں جانؓ کے ہاتھ میں ادب اور خاموشی سے دے دیتے۔ آپ کو کوئی حاجت نہ تھی مگر ان کی دلداری کے خیال سے واپس نہیں کرتی تھیں۔ ہر وقت اماں جانؓ کے آرام کا خیال رہتا اور خدمت کی تڑپ۔ اس معاملہ میں وہ بالکل بڑے بھائیؓ کے نقش قدم پر چلے اور ان سے کم نہ رہے۔ آپ کی آخری بیماری میں پروانہ وار پھرتے تھے۔ کسی وقت ان کے دل کو چین نہ تھا۔ برآمدے میں ہی ٹہلتے پھرتے اور وہیں رہتے۔ کئی بار آکر دیکھتے ہاتھ پکڑتے السلام علیکم کہتے، اور چلے جاتے۔ ہر وقت بعض عزیزوں اور خدمت کرنے والوں کی وجہ سے کمرہ میں رہ نہ سکتے تھے ورنہ وہ تو پٹی نہ چھوڑتے۔

شادی ہوئی تو آج کل کی پود کو دیکھتے ہوئے بچہ ہی تھے مگر بہت سنجیدگی اور

دقار سے وہ پہلے بہل کے دن بھی گزارے۔ کوئی ضد، بختی یا بچپن کی علامت لڑائی جھگڑا کسی قسم کی کوئی بات میں نے نہیں دیکھی حالانکہ ہر وقت کا ساتھ تھا۔
عزیزہ امتہ السلام کی پیدائش پر تشریف لائے۔ ان کو نہ کبھی گود میں لیا نہ بات کی جب وہ بیاہی گئیں تو مقصود تھا۔ ٹوٹی اور بولنے چالنے لگے۔ عزیزہ امتہ السلام کا بچپن تو حضرت اماں جان رض اور حضرت بڑے بھائی صاحب کی ہی گود میں گزرا۔ انہوں نے ہی سب لاڈ پیار کئے ناز اٹھائے۔ ان کی شادی کے وقت بھی سب اماں جان اور بڑے بھائی پر فیصلہ چھوڑا کہ آپ کو ہی اختیار ہے اور بعد میں دوسرے بچوں کے مواقع پر بھی یہی طرز عمل قائم رہا۔ اگر حضرت اماں جان رض نے کہہ دیا کہ فلاں لڑکی سے کر دو اپنے اس لڑکے کا تو بلا چون و چرا منظور تھا اسی طرح لڑکیوں کا معاملہ بھی سب ان مقدس ہستیوں پر ہمیشہ چھوڑا۔
مجھلی بھابی جان بیاہ کر آئیں تو نہ معاشرت نہ طور و طریق نہ وضع لباس وغیرہ نہ زبان کچھ بھی مشترک نہ تھا اور آخر وہ ان کم عمر تھیں وہ بے چاری بھی کئی بار اگر وہ تعلقات بگاڑنے والے ہوتے تو بگڑ سکتے تھے مگر ایسی خوش اسلوبی سے نبھایا کہ ایسے نمونے ملنے مشکل سے ہی ہیں۔ ادھر سال ۱۸ سال سے وہ بیمار بھی چلی آ رہی ہیں۔ اتنے دراز عرصہ میں انسان اور اتنے کاموں والا جس کے کندھوں پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ہوں اور خود بیمار ہو اس سے غفلت بھی ہو سکتی ہے کسی وقت بے دھیان بھی ہو سکتا ہے مگر کبھی ان کی خدمت اور دیکھ بھال سے غافل نہ ہوئے۔ ذرا ذرا دیر کے بعد اس حال میں کہ اپنی ٹانگیں لڑکھڑا رہی ہیں طبیعت خراب ہے ان کی خبر پوچھنے ان کے کمرے پر جا رہے ہیں۔ ان کی عادات کی خاطریں ہو رہی ہیں کہ اس بے کس بیمار و لاچار کو چھوڑ کر نہ چلی جائیں۔ غرض بچپن کی حضرت مسیح موعود کے ہاتھوں کی لگائی خوب نبھائی۔

اولاد کے لئے بہترین شفیق باپ تھے۔ کسی بات پر سمجھاتے بھی تو نرمی سے اکثر شاید اس خیال سے کہ میں نرمی کروں گا کسی امر کی اصلاح مدنظر ہوتی تو دوسرے عزیز کو قریب سے کہتے کہ ذرا میرے فلاں بچہ کو تم اس معاملہ میں سمجھاؤ۔ مجھ سے بھی یہ خدمت لی ہے۔ غرض آپ کی گھریلو زندگی کا بھی ہر پہلو ایک نمونہ تھا۔ سوچ کر ایک ہلکی ہلکی بوندیں پڑنے کا سماں تصور میں آتا ہے کہ ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی ہے اور ابر رحمت سے قطرے گر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر تا ابد برستی رہے۔ آمین

مبارک بزرگ ہستیوں کا ذکر خیر کرنا اور ان کے اخلاق و شمائل کو محفوظ رکھنا بے صبری اور جزع فزع میں ہرگز شامل نہیں۔ یہ تحریریں تو نوجوانوں کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہیں۔ الفضل کے مضامین یا جو بعد میں بھی لکھا جائے آئندہ تاریخ احمدیت کا ایک اہم باب ہوں گے۔ ان بزرگ ہستیوں کی جدائی کا احساس تو صرف یہاں تک ہونا چاہیئے اور ضرور ہوگا کہ آج افسوس ہم ایک اور رحمت الٰہی

سے محروم ہو گئے۔ اصل چیز جس کا خیال خصوصیت سے جوان طبقہ کو رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ان کی قربانیاں ان کے کام ان کے اخلاق دیکھیں اور بجتہ عزم سے آگے بڑھیں عہد کریں کہ آئندہ ہم اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں گے اور نیکیوں اور خدمت دین میں قدم آگے ہی آگے بڑھائیں گے۔ خدا تعالیٰ سب کا ناصر رہے اور اگر آج ایک چاند ایک بشیر ہم سے رخصت ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور میں حاضر ہو گیا تو اس کے عوض ہمارا رب ہزاروں "بشیر" ہم کو عطا فرمائے ثم آمین

مبارکہ

صبح نو لایا تھا جو نجم سحر ڈوب گیا

(۱)
آج اک اور غریبوں کا سہارا ٹوٹا
اور اک چرخِ محبت کا ستارا ٹوٹا
ایک طوفان سا اٹھا ہے خدا خیر کرے
دیکھتے دیکھتے دریا کا کنارا ٹوٹا

(۲)
تھا جو گھر مجھ سے فقیروں کا وہ گھر بھی نہ رہا
جس سے خالی نہ کبھی لوٹے وہ در بھی نہ رہا
میرے اشعار پہ کی حوصلہ افزائی مری
ہائے افسوس کہ وہ حسن نظر بھی نہ رہا

(۳)
میں نے ہر حال میں پایا اسے پا بہ رکاب
وہ خلوص اور مروت وہ اصول اور صواب
کس توجہ سے بتایا مری تکلیف کا حل
کس محبت سے دیا مجھ کو مرے خط کا جواب

(۴)
علم و ایمان سے اسکے رہے تاباں شب و روز
بس کا تھا حسن بیان حسن عمل جس فروز
بارہا محفل احباب کو گرماتا رہا
عشق محبوب میں ڈوبی ہوئی آواز کا سوز

(۵)
اس کی تقریر جنوں اور تھی تحریر فسوں
ہائے کیا چیز تھی اس سینۂ صافی کے دروں
اس کی وہ پیار بھری نظریں نہ بھولیں گی کبھی
اسکے افکار کی تابندگی ہوگی افزوں

(۶)
صبح نو لایا تھا جو نجم سحر ڈوب گیا
بحر رحمت میں وہ رحمت کا گہر ڈوب گیا
اپنے اللہ کا اک طالب و مطلوب اٹھا
آج ناہید وہ نبیوں کا قمر ڈوب گیا

[illegible]

یاد میں

از مکرم غلام محمد صاحب اختر ناظر دیوان و تجارت ربوہ

جو اہلِ بیت پر تھا دل و جان سے فدا
آقا کو جس کی خدمتِ کامل کا پاس تھا

وہ جس کے دل میں درد تھا دینِ متین کا
جس کا شعار و شغل تھا بس زہد و اتقا

وہ اس جہاں سے راہیٔ مُلکِ عدم ہُوا
ہر آنکھ رو رہی ہے کہ رنج و الم ہُوا

ہر آنکھ تر ہے ہر رُخِ روشن اُداس ہے
ہر دل کو دل سے تیری محبّت کا پاس ہے

گلشن میں دورِ جشنِ بہاراں تھا چار سُو
شبنم ہمیں شراب تھی کلیاں ہمیں سبُو

ہم ہر طرح سے مستِ مئے دینیات تھے
ہر لمحے اپنی زیست کے اک واردات تھے

اختر غموں کا دَور ہے ہے وقتِ امتحاں
صابر ہی کامیاب ہے شاکر ہی کامراں

شہیدِ عشقِ نبیؐ مردِ جاں نثار نماند

مکرم حکیم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب خاکی بی۔اے راولپنڈی

دلِ حزینِ مرا صورتِ قرار نماند
کہ بر بساطِ زمیں آں رُخِ نگار نماند

دریغ و درد کہ از مطلعِ جہاں آباد
قمر غروب شدہ ماہِ نور بار نماند

تو گوئی از اثرِ رنج و داغِ رحلتِ او
بہارِ باغ شدہ نغمۂ ہزار نماند

ہنوز قلب و نظر تشنۂ نگارشِ اوست
کسے کہ داشت قلم مثلِ ذوالفقار نماند

ہنوز سیر ندیدم جمالش اے خاکی
کہ آں شفیق و مربّی و غمگسار نماند

قتیلِ حُسنِ ازل میرزا بشیر احمد
شہیدِ عشقِ نبیؐ مردِ جاں نثار نماند

نیازِ عشق ترا کرد زندۂ جاوید
ازاں قرارِ وجودِ تو بر قرار نماند

"درونِ سینۂ من زخمِ بے نشاں زدہٗ
بحیرتم کہ عجب تیرِ بے کماں زدہٗ"

بجلیاں پاسِ نشیمن کے کہیں ٹوٹی ہیں

مکرم نصیر احمد خاں صاحب، آکسفورڈ، انگلستان

کعبہ بھی دیکھا ہے دیکھے ہیں صنم خانے بھی
جانے پہچانے بھی بت دیکھے ہیں انجانے بھی

خنجرِ ناز اٹھا ہے سرِ مقتل تو کیا
جاں لُٹانے کو چلے آئے ہیں دیوانے بھی

بجلیاں پاسِ نشیمن کے کہیں ٹوٹی ہیں
کیا لرزتے ہیں پڑے وحشت بھی کاشانے بھی

ہم نے دی جاں لُٹا تیرا وحشت میں کیا
دفترِ دل میں حقائق بھی ہیں افسانے بھی

شعلۂ عشق ترے حُسنِ جہاں تاب سے ہے
شمع جلتی ہے تو جل جاتے ہیں پروانے بھی

آنکھ مندتے ہی چلے چھوڑ کے ہم کو تنہا
غیر بن جاتے ہیں کیا اپنے بھی بیگانے بھی

جلوۂ حُسن بھی ہے حسرتِ محروم بھی ہے
دل کی دُنیا میں بھرے شہر بھی ویرانے بھی

کیا جدائی ہے نصیر آج نظر کے آگے
خوں رُلاتے ہیں سبھی اپنے بھی بیگانے بھی

وہ گُل جس کے دم سے تھا حُسنِ چمن

سمیع اللہ صاحب قیصر انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

وہ گُل جس کے دم سے تھا حسنِ چمن — وہ ساقی جو تھا رونقِ انجمن

صداقت کا وہ نیّرِ نیمروز — وہ نورِ چراغِ ہدایت فروز

وہ شمس و قمر کا رفیق و ندیم — وہ صدقِ خلیل و وفاءِ کلیم

علوم و معارف کا روشن گہر — وہ نخلِ نبوت کا شیریں ثمر

سدا احمد کے گیت گاتا تھا جو — خُدائی بشارت سناتا تھا جو

جو ظلِ ہُما میں ہمیشہ رہا
جسے چاند نبیوں کا حق نے کہا

وہ صاحب جنوں اور وہ نکتہ نواز — وہ روشن ضمیر اور وہ دانائے راز

وہ رشکِ فلک جس کا تھا آستاں — فرشتے جھکاتے تھے گردن جہاں

جو خُلقِ مجسم تھا کردار میں — اُبلتے تھے نغمات گفتار میں

وہ تھا جس کی باتوں میں سوز و گداز — بتاتا تھا جو زندگانی کا راز

اطاعت پہ ایمان رکھتا تھا جو — مقامِ خلافت سمجھتا تھا جو

تھا راہِ وفا میں جو ثابت قدم
جسے چاند نبیوں کا کہتے تھے ہم

مگر اب کہوں ہائے کیسے یہ بات — کہ توڑا قضا نے وہ جامِ حیات

کہوں کس طرح اُس جُدائی کا حال — کہ جس کا ابھی تھا نہ خواب و خیال

ہُوا آج دُنیا سے روپوش وہ — ہے اب کُنجِ مرقد میں خاموش وہ

قضا نے چلایا وہ تیرِ ستم — ہے قلب و نظر آج وقفِ الم

چمن جل گیا - میکدہ لُٹ گیا
وہ ساقی بھری بزم سے اُٹھ گیا

ہے دل تیری فرقت میں نوحہ کناں — اے نورِ نگاہ و مسیحِ زماں

تُو اب بزمِ دُنیا سے مستور ہے — یہ آنکھ اشکریزی پہ مجبور ہے

گیا پھول کے رُخ سے رنگِ بہار — فضائے چمن ہو گئی سوگوار

ہوا تُو جو افسوس آنکھوں سے دور — مٹے زندگی سے گیا وہ سرور

ترے بن کلی دل کی کھلتی نہیں
فسردہ طبیعت سنبھلتی نہیں

تری یاد دل میں رہے گی نہاں — ترا غم ہے میرے لئے حرزِ جاں

رہے گا محبت کا باقی اثر — لگا ہے جو دل پر خدنگِ نظر

تجھے ڈھونڈتی ہے بہارِ چمن — ترے منتظر ہیں گل و نسترن

بتا اب تو ہی تجھ کو پائیں کہاں
ترے در سے عشاق جائیں کہاں

مبارک ہوں تجھ کو اے نیکو سرشت — وہ حورانِ جنت وہ باغِ بہشت

مبارک ہو فردوس کی زندگی — مبارک ہو یہ خلعتِ بندگی

خدا خوش ہے احمد پاک ہے
ترا میزباں شاہِ لولاکؐ ہے

مگر اے شہِ دیں اے عالی وقار — اے تسکینِ خاطر اے وجہِ قرار

یہاں حالِ عشّاق کچھ اور ہے — نسیمِ غم ہے بدلا ہوا طور ہے

ہُوا بے مزہ زندگی کا مذاق — کہوں تجھ سے کیا وارداتِ فراق

ہے محفل میں پھیلی ہوئی بے کلی
خمستاں پہ چھائی ہے کچھ بے دلی

خدارا تو پھر ان کو ہشیار کر — صبوحِ محبت میں سرشار کر

اٹھا ساقیا جام گردش میں لا — خدارا مئے زندگانی پلا

تہی جام و مینا سے محفل نہ ہو — تری یاد سے رند غافل نہ ہو

پلائے جا میکش کو بھر بھر کے جام — کہ ہے دورِ ساغر ابھی ناتمام

رہیں جس سے آباد یہ میکدے — خُدا میکشوں کو وہ توفیق دے

رہیں تیرے عشاق فرخندہ کام
سدا تجھ پہ بھیجیں درود و سلام

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے

بعض رُوح پرور مکتوبات

ذیل میں سیدنا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعض مکتوبات یا ان کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جو آپ نے والد محترم حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے۔ ان مکتوبات کے مطالعہ سے حضرت قسمی الانبیاء کے تعلق باللہ، توکل علی اللہ، عشق قلب، دینی حقائق پر آگاہی، تبحر علمی، منکسر المزاجی، بے نفسی، بے ریا اور پُر شفقت وہمدرد خلائق نورانی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ احباب سے التماس ہے کہ وہ سیدنا المحترم کے ان ایمان افروز خطوط کو پڑھ کر آپ کی بلندی درجات کے لئے دعائیں کریں اور خاص طور پر اس مقصد کے پورا ہونے کے لئے بھی متواتر دعائیں فرمائیں جس کا آپ نے مکتوب نمبر ۱۶ میں ذکر فرمایا ہے۔ خدا تعالےٰ ابداً آباداً آپ کی مقدس روح پر اپنی خاص رحمت برساتا رہے اور آپ کے فیض خوش اور محبت، شفقت اور بے نظیر دینی خدمات کے شیریں ثمرات آپ کی اور آپ کی اولاد اور متعلقین کو عطا فرماتا رہے۔ آمین

برکات احمد راجیکی درویش حال نزیل ربوہ

---

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

بخدمت حضرت مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موجب مسرت ہوا کہ خدا کے فضل سے آپ مع اہل وعیال بخیریت ہیں اور روزوں کی برکات سے متمتع ہونے کی توفیق مل رہی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ میں خدا کے فضل سے اس رمضان میں آپ کے واسطے دعا کی زیادہ توفیق پاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے اور آپ کی تمام نیک مرادوں کو پورا کرے اور دین ودنیا میں حافظ وناصر ہو۔ آمین

میں نے اپنی ذات کے لئے کبھی کوئی دنیا کی دعا نہیں کی اور میں سمجھتا ہوں کہ گو خدا بمنزلہ باپ ہے اور اولاد کا کام ہے کہ اپنی ہر ضرورت باپ سے مانگے لیکن شاید توکل کا بہترین مقام یہ ہے کہ انسان دین کی طرف توجہ رکھے اور اپنی دنیا کو خدا کے فضل ورحم پر چھوڑ دے۔ میری زبان پر ایک دفعہ یہ الفاظ جاری ہوئے کہ

لا تخش من ذی العرش اقلالاً

اور ایک دفعہ مجھے قرآن مجید کا ایک ورق دکھایا گیا جس کے دائیں جانب یہ الفاظ لکھے تھے کہ "بغیر حساب" اور باقی سب ورق سفید تھا۔

سو آپ اپنی دنیا کو خدا کے سپرد فرمائیں۔ اسی توکل میں برکت ہی برکت ہے۔ لیکن اگر دنیا کی کوئی چیز مانگیں تو قرآن وحدیث کی بیان کردہ دعاؤں سے کوئی زیادہ لفظ زبان پر نہ لائیں۔

میں اس بات کو تصور میں نہیں لا سکتا کہ بندہ خدا کے دین کے کام میں لگا ہوا ہو اور وہ اسے دنیا میں پریشان ہونے دے۔ یہ خدا تعالےٰ کی محبت اور وفاداری کے سراسر خلاف ہے۔

حضرت داؤدؑ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ میں نے کبھی خدا رسیدہ آدمی کی اولاد کو سات پشت تک بھیک مانگتے نہیں دیکھا۔ پس آپ ہرگز فکرمند نہ ہوں اور اپنے رستہ پر گامزن رہتے جائیں۔ اگر خدا دنیا کی فراخی دے تو فبہا اور اگر نہ دے تو ایک سچے مومن کے لئے الفقر فخری کی کم تسلی ہے۔ تاہم میں نے آپ کے واسطے بہت دعا کی ہے۔ وارجوا من اللہ خیراً۔ آپ بھی اس عاجز کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ان روزوں کے ایام میں آپ کی کتاب حیات قدسیہ کا پھر دوبارہ مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ خوب کتاب ہے اور اس انداز میں لکھی ہوئی ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اپنے سوانح (مرقاۃ الیقین) املا کرائے تھے۔ اس کا مطالعہ بہت مفید ہو سکتا ہے۔

چند دن ہوئے صبح کے وقت میری زبان پر یہ عجیب وغریب الفاظ جاری ہوئے

"محمدی! اللہ تیری سربلندی کا وقت قریب آ گیا ہے"۔

اس میں محمدی سے جماعت احمدیہ مراد معلوم ہوتی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد" میں محمدی لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ بھی حضور کی وحی سے ملتے ہیں۔ سو عجب نہیں کہ کسی درمیانی امتحان کے بعد اللہ تعالےٰ جماعت کی غیر معمولی ترقی کا زمانہ لے آئے۔ مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صحت اور برکت کی زندگی عطا فرمائے۔ آمین فقط   (مکتوب محررہ ۱۹۵۵/۱/۱۹)

(۲)

"آپ نے میرے دوسرے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ جب ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹے تو خدا سے دعا مانگو تو ہم اپنی دنیا کی ضرورتیں کیوں خدا سے نہ مانگیں۔ حضرت مولوی صاحب! یہ بجا اور درست ہے اور یہ عاجز اس تعلیم سے غافل نہیں۔ لیکن ہر انسان کا ایک مقام ہوتا ہے۔ میں نے آپ کے مقام کے لحاظ سے عرض کی تھی کہ آپ فتوے کی بجائے تقوے کے پیش نظر صرف دین کی طرف توجہ دیں اور دنیا کو خدا کے لئے چھوڑ دیں کہ وہ جس صورت میں پسند کرے اور جہاں تک پسند کرے دے۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تو یہ لکھا ہے کہ میں تمہیں اسباب کی رعایت سے نہیں روکتا۔ لیکن اگر کسی کو توفیق ہو تو توکل کا مقام افضل ہے۔ ہاں یہ بھی درست ہے کہ خدا کی طرف رجوع کرنے میں بھی ہو مبارک ہے۔ بہرحال آپ کے شایان شان بات عرض کی گئی تھی۔ لیکن انما الاعمال بالنیات۔ اگر آپ پاک نیت سے دنیوی کی طرف توجہ فرمائیں تو خوب ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ خصوصاً اگر کوئی مشکل طبیعت میں انتشار پیدا کر دیتی ہے تو اس کا ازالہ ضرور ہونا چاہیئے۔

باقی آپ جانتے ہیں کہ قرآنی دعا "اتنا فی الدنیا حسنۃ" میں دنیا کی نعمت مراد نہیں بلکہ ایسی روحانی نعمت مراد ہے جو دنیا میں مل سکتی ہے۔ قرآن نے فی الدنیا حسنۃ فرمایا ہے نہ کہ حسنۃ الدنیا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سے یہی مراد لیتے تھے۔

بہ رہیں ایک مضمون "سیرت مسیح موعود" کے متعلق لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے رنگ میں عمل کرنے کی توفیق دے جو اس کی رضا کے مطابق ہو اور اسے اپنی جناب سے اثر و برکت عطا کرے اور جماعت کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔
نیز ایک مضمون "خاندانی منصوبہ بندی" کے متعلق بھی لکھا ہے۔ اس کے لئے بھی دعا فرمادیں۔" (اقتباس خط مورخہ [illegible])

(۱۰)

"حق یہ ہے کہ انسان کا عمل تو بظاہر ایک بہانہ ہی ہوتا ہے۔ ورنہ سب دارومدار اللہ کے فضل پر ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ غور کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو انعاموں کے حصول کے لئے جو دعائیں سکھائی ہیں۔ ان میں عمل کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ صرف ایمان اور اخلاص اور محبت پر بنیاد رکھی ہے پس اگر میں بھی اپنی بہت سی کمزوریوں کے باوجود خدا تعالیٰ کے انعاموں کا وارث بن جاؤں تو یہ محض اسی کا فضل ہے۔ ورنہ میرا عمل تو میری آنکھوں کے سامنے ہے ...... بہرحال آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی مخلصانہ اور محبانہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔ تاکہ ہماری آخرت ہماری اولیٰ سے بہتر ہو۔" (اقتباس از خط مورخہ [illegible])

(۱۱)

"اسی رمضان کی ۲۵ تاریخ کو جب یہ عاجز تقریباً ۱ بجے شب سجدہ میں تھا تو ایک قلبی القاء کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔ سو خدا کی طرف سے دعاؤں کی جو توفیق مل سکی اس کے مطابق دعائیں کی گئیں۔ اسی شب کو میری لڑکی امۃ المجید سلمہا نے (جس کے معاملہ میں ایک الجھن ہے اور میں آپ کو دعا کے لئے لکھتا رہا ہوں) خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔" (اقتباس از خط مورخہ [illegible])

(۱۲)

"گزشتہ ایام میں آپ کے بعض رویا تشویشناک بھی ہیں۔ مگر میں ہمیشہ یہ یقین رکھتا ہوں کہ واللہ غالب علیٰ امرہ۔ اور پھر جو رویا قبل از وقت دکھائی جاتی ہے۔ اس میں بالعموم اشارہ ہوتا ہے کہ وہ دعا اور صدقہ سے ٹل سکتی ہے۔ آپ کی ۸ جون والی رویا کا بھی دل پر بوجھ تھا۔ لیکن خدا کے فضل سے وہ ٹل گئی یا ملتوی ہو گئی۔ یہ سب ہمارے رحیم و کریم آقا کی رحمت کے کرشمے ہیں۔ گو اس رویا میں سال مذکور نہیں تھا اور قیاساً یہ صراحت بھی نہ تھی کہ کسی اچھے واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا کسی علیحدہ واقعہ کی طرف۔* حضرت صاحب کو چھوٹے قد میں دیکھنا جبکہ حامد بڑا تھا یہی تعبیر رکھتا ہے کہ خدا کے حضور سرگرم بدستور رہیں۔ مگر بعض ظاہری حوادث کے نتیجہ میں جماعت کو وقتی صدمہ پہنچے گا۔ بہرحال یہ بہت مبارک مہینہ ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے خاص دعاؤں کا موقعہ دیا ہے۔ وہ بہت خوش قسمت ہے۔" (اقتباس خط مورخہ [illegible])

(۱۳)

"آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ کے دونوں الہام (فی مقعد صدق اور لذ الیھا روحہا) مبشر ہیں لیکن ہمارا خدشہ اس الہام پر بھی غالب ہے۔ خاص دعائیں جاری رکھیں۔ حضرت اماں جان کی کمزوری بہت بڑھ گئی ہے اور بیماری کے مقابلہ کی طاقت بہت کم ہو رہی ہے بجز خدا کو سب قدرت حاصل ہے۔" (اقتباس خط مورخہ [illegible])

(۱۴)

"آپ نے عزیز مولوی برکات احمد صاحب سلمہ کی پریشانیوں کے متعلق لکھا ہے۔ میں ایک عرصہ سے ان کی پریشانیوں کے متعلق بغیر اس کے کہ ان کی طرف سے کوئی خاص اظہار ہو محسوس کر رہا تھا اور اپنے طور پر دعا بھی کرتا رہا ہوں اور آپ کا خط آنے پر زیادہ توجہ سے دعا کی ہے۔ مگر میں نے دعا کے تعلق میں محسوس کیا ہے کہ یہ بھی ایک خدائی قانون ہے کہ جب تک کسی پریشانی کی وجہ اور تفصیل معلوم نہ ہو نہ تو دعا کرنے والا زیادہ توجہ سے دعا کر سکتا ہے۔ اور نہ ظاہری اسباب کے ماتحت کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔ ایک حد تک میں اپنے قیاس سے سمجھتا ہوں اور یہ وہ بات ہے جس کا شروع سے مجھے اندیشہ تھا مگر اس معاملہ کا ماحول ایسا تھا کہ مجھے اس میں خاموش رہنا پڑا۔ اب میرا خیال ہے کہ مولوی برکات احمد صاحب سلمہ کو اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھوں اور اس میں ان کی پریشانی کی وجہ دریافت کروں ...... اگر مولوی برکات احمد صاحب کی طرف سے کوئی تفصیل معلوم ہوئی تو ان شاء اللہ آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ اپنے گھر میں تسلی دلائیں کہ وہ پریشان نہ ہوں اور دعا فرماتی رہیں۔ پریشانیوں سے کامل طور پر آزاد زندگی تو حقیقتاً کسی کو بھی میسر نہیں آتی۔ نہ دینداروں کو اور نہ دنیاداروں کو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پریشانی بھی دراصل انسانی زندگی کے لئے ایک تقدیری لازمہ ہے اور شاید دینداروں کے لئے بہت سی برکتوں کا باعث بن جاتا ہے۔" (اقتباس خط مورخہ [illegible])

(۱۵)

"امریکہ سے ایک دوست نے میرے روکتے روکتے ایک موٹر کار بھجوا دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کی قیمت کے متعلق جلدی نہیں جب بھی سہولت ہو ادا کر دی جائے۔ گو بظاہر میرے حالات موٹر کے رکھ رکھاؤ کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ نیز قیمت کے علاوہ اس کا ماہواری خرچ بھی کافی ہوتا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں دعا کر کے مجھے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں کہ میں یہ موٹر رکھوں یا فروخت کر دوں۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سواری اور مکان اور عورت میں خاص برکت اور خاص نحوست کا پہلو ہوتا ہے۔ اس لئے میں اس بارہ میں بعد استخارہ و دعا قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔
میں یہ بھی عرض کر دوں کہ میری عادت ہے کہ پیش آمدہ امور میں خود بھی استخارہ کیا کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی کہا کرتا ہوں کیونکہ المؤمن یریٰ و یُریٰ لہٗ۔" (از مکتوب مورخہ ۲۷/۱۱/۴۹)

(۱۶)

"اب میری ساری اولاد خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہے۔ سوائے میرے بڑے لڑکے عزیز مظفر احمد کے جو سب سے زیادہ خدمتگزار اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی عزیزہ امۃ القیوم سلمہا نواسی حضرت خلیفہ اولؓ کے ساتھ شادی شدہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنے فضل خاص سے اولاد سے نوازے۔ یہ بہت نیک اور دیندار اور خدمتگزار بچہ ہے۔ اس لئے اسے ابھی تک اولاد نہ ہونے کا مجھے بہت احساس اور قلق ہے۔ اس کے لئے ضرور خاص توجہ سے دعا فرمائیں۔ آپ کو اس کے متعلق بشارت بھی ہوئی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بشارت کو قریب تر لائے۔ اور میری ساری اولاد پر فضل و رحمت کا سایہ رکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا وارث بنائے۔ اور جماعت کی بہترین اور مقبول خدمت کی توفیق دے۔
میں آپ کے لئے آپ کی اولاد اور اہل خانہ کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سب پر فضل و رحمت کا سایہ رکھے۔ آمین" (اقتباس از خط ۹/۱۲/۵۵)

* حاشیہ: حضرت والد صاحب نے بعض قرضوں کی ادائیگی کے لئے دعا کی تھی چنانچہ [illegible] کو محترم سید عبدالرحمن صاحب امریکہ کی طرف سے ایک رقم کا چیک موصول ہوا اور یہ خواب پوری ہو گئی۔ (برکات احمد)

شہید احمدیت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور کشوف میں

(محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

سلسلہ احمدیہ کا ایک درخشندہ گوہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لخت جگر جسے اللہ تعالیٰ نے قمر الانبیاء کے لقب سے نوازا، جس نے آغاز شباب سے لے کر آخری دم تک ایک مخلص مرد مجاہد کی طرح قلمی جہاد میں حصہ لیا۔ یعنی حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء بروز سوموار ہمیں داغ مفارقت دے کر اور ہمارے دلوں کو حزیں بنا کر اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(۱)

آپ ان مقدس ہستیوں میں سے تھے جن کی صحبت اور رفاقت کو اللہ تعالیٰ نے اچھا اور خیر و برکت کا موجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کشف میں دیکھا کہ

"والدہ محمود قرآن شریف آگے رکھے ہوئے پڑھتی ہیں جب یہ آیت پڑھی۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا جب اولئک پڑھا تو محمود سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر دوبارہ اولئک پڑھا تو بشیر کھڑا ہوا۔ پھر شریف آ گیا۔ پھر فرمایا جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔"
(تذکرہ صفحہ ۴۹۰)

اس کشف میں اللہ تعالیٰ نے تینوں بھائیوں کو حسن اولئک رفیقا کا مصداق قرار دیا ہے کہ یہ تینوں بحیثیت رفیق ہونے کے بہترین اچھے ہیں۔ اور حضرت اقدس کے اس قول سے کہ جو پہلے ہے وہ پہلے ہے یہ مراد ہے کہ حسن اولئک رفیقا میں رفاقت کے لحاظ سے جو سب سے زیادہ اچھا ہے وہ پہلے بیان کیا گیا ہے پھر اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا۔ اسی طرح میرے نزدیک اس کشف میں تینوں بھائیوں کا روحانی مقام بھی بتایا گیا ہے۔ سب سے پہلے سامنے آنیوالا گروہ صدیقین میں اور دوسرا شہداء میں اور تیسرا گروہ صالحین میں شامل ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کمال حکمت سے اس آیت میں مذکورہ روحانی انعامات حضرت مسیح موعود اور آپ کی اولاد میں جمع کر دئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود مقام نبوت پر فائز ہو کر اور امتی نبی کہلا کر النبیین میں شامل ہوئے اور آپ کے تینوں بیٹے بلحاظ تینوں انعامات کے وارث ہوئے۔ جن کی رفاقت کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اچھا اور خیر و برکت والا قرار دیا ہے سو مرحوم و مغفور حضرت مرزا بشیر احمد کی وفات سے ہم ایک نہایت اچھے رفیق سے جس کی رفاقت کو اللہ تعالیٰ نے اچھا قرار دیا ہے۔ محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲)

مرحوم و مغفور ایک ایسے مبارک وجود تھے جن کی پیدائش سے کئی ماہ قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے متعلق بذریعہ الہام بشارت دی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:۔

"اور پھر دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے۔ اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے۔۔۔۔ اس پیشگوئی کی تاریخ دسمبر ۱۸۹۲ء ہے۔ اور پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:۔
یاتی قمر الانبیاء وامرک یتاتی۔ یسر اللہ وجہک وینیر برہانک سیولد لک الولد ویدنی منک الفضل۔ ان نوری قریب۔
یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائے گا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا اور نیز یہ کہ شکل و شباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا اور میرا نور قریب ہے۔۔۔۔۔ (چنانچہ) ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو جیسا کہ اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء سے ظاہر ہے اس پیشگوئی کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ اور درحقیقت وہ لڑکا صورت کی رو سے فضل احمد سے مشابہ ہے جیسا کہ پیشگوئی میں صاف اشارہ کیا گیا۔" (تریاق القلوب صفحہ [illegible])

ان الہامات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک علامت یہ بتائی کہ ظاہری شکل و شباہت میں مرزا فضل احمد صاحب سے مشابہ ہوگا۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں فی الواقع مرحوم و مغفور ظاہری شکل و شباہت میں مرزا فضل احمد سے مشابہ تھے۔

دوسرے معنے یدنی منک الفضل کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کئے ہیں کہ اس کی پیدائش فضل الٰہی کا موجب ہوگی۔ اور ان کاموں کے جو پیش نظر ہیں اس ہونہار کے خدمت دین کے سلسلہ میں کرنے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قمر الانبیاء کے لقب سے نوازا یعنی توحید الٰہی اور دین الٰہی کے قیام کے لئے جو قلمی جہاد کریگا اس کے پیش نظر وہ نبیوں کا چاند یعنی ان کا محبوب ہوگا جیسے ماں باپ پیار کے رنگ میں اپنے بیٹے کو گھر کا چاند یا میرے چاند وغیرہ کہہ دیتے ہیں۔ اس کے دوسرے معنے یہ ہیں کہ انبیاء بمنزلہ سورج ہیں اور وہ ان کے لئے بمنزلہ چاند ہوگا یعنی ان کی پیروی سے اور ان کے نقش قدم پر چل کر اور ان سے اکتساب نور کر کے دنیا کو نورانی کرنوں سے منور کرے گا۔

چنانچہ مرحوم نے زمانہ شباب سے لے کر اپنی وفات تک قلمی جہاد کیا۔ اور توحید الٰہی کی تائید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور صداقت پر ایسا بلند پایہ اور شاندار علمی لٹریچر تیار کیا جو رہتی دنیا تک آپ کی یاد کو تازہ رکھے گا۔ آپ نے سیرۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رنگ میں تحریر فرمائی کہ اپنوں اور بیگانوں نے خراج تحسین ادا کیا۔ چنانچہ [illegible] ایڈیٹر نے لکھا:۔

"میری رائے میں اس زمانہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں ان میں سے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانان ہند کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔"

ایڈیٹر اخبار "سچ" لکھنؤ نے اس پر ریویو کرتے ہوئے لکھا:۔

"سیرۃ خاتم النبیین حصہ دوم بہت مفصل و مشرح ہے اور اس میں علاوہ واقعات تاریخی کے مسائل کا حصہ بھی کثرت سے آ گیا ہے۔ قانون ازدواج و طلاق۔ غلامی۔ تعدد ازدواج جہاد وغیرہ کے مباحث خصوصاً مفصل ہیں۔ اور انگریزی خوان نوجوانوں کے حق میں مفید معجزات پر بھی شافی بحث ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان مسائل پر بحث کرتے وقت مصنف کا قلب تحقیقات فرنگ سے مرعوب و دہشت زدہ نہیں جیسا کہ بدقسمتی سے

انگریز متکلمین حال کا حال ہے۔"

اسی طرح آپ کی وجہ سے "البلاغ" مثلاً "ہمارا خدا" وغیرہ میں حقائق و معارف سے بھری اور دوسرے مذاہب پر اسلام کی شان و شوکت اور اس کے غلبہ اور تفوق کو ظاہر کرنے والا ہے۔

پھر ان الہامات میں ایک "ثانی" بھی بیان کی گئی ہے کہ اس بچے کی جو قمر الانبیاء ہوگا (قمر الانبیاء سے مراد حضرت مسیح موعودؑ لئے جائیں کیونکہ آپ کو مختلف انبیاء کے نام دئے گئے ہیں تو قمر الانبیاء سے مراد آپ کا پیارا بیٹا ہوگا) پیدائش کے بعد آپ کا کام آسان ہو جائے گا، چنانچہ ثانی کے معنے عربی زبان میں تسہیل کے بھی ہیں، کہا جاتا ہے۔ تأنّی الامر ای تسہّل (منجد) یعنی اس کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا جس سے آپ کا کام سہل ہو جائے گا۔ نیز فرمایا ویبدی بیانک کہ تیرے برہان کو روشن کرے گا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی صداقت دنیا پر واضح ہو جائے گی۔

چنانچہ مرحوم و مغفور کی پیدائش ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو ہوئی اور ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو "جنگ مقدس" کی شرائط عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان طے پائیں۔ اور مباحثہ ۲۲ مئی سے لے کر ۵ جون ۱۸۹۳ء تک قرار پایا اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے نہایت خوشکن امر تھا۔ کیونکہ وہ مسلمان جو آپ کو کافر کہتے تھے وہ خود عیسائیوں کے مقابلے میں آپ کو اسلام کی طرف سے بطور نمائندہ پیش کر رہے تھے۔

یہ مباحثہ مسلمانوں کے نمائندہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کے نمائندہ پادری ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے مابین پندرہ دن تک ہوا۔ اور اس مباحثہ سے اسلام کو عیسائیت پر ظاہر و باہر غلبہ اور ایک نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ اور جیسا کہ احادیث میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ مسیح موعودؑ کے ذریعہ کسر صلیب ہوگی۔ وہ پیشگوئی بڑی آب و تاب سے پوری ہوئی۔

اس عظیم الشان مباحثہ میں نامی پادریوں کی شکست اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس رنگ میں اسلام کو زندہ مذہب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی اور قرآن مجید کو زندہ کتاب کے طور پر پیش کیا وہ ایسے امور تھے جن سے عیسائی دنیا نا آشنا تھی۔ چنانچہ اس مباحثہ کے بعد ۱۸۹۴ء میں دنیا بھر کے پادریوں کی عظیم الشان کانفرنس لنڈن میں منعقد ہوئی اس کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے لارڈ بشپ آف گلوسٹر برسٹل چارلس جان ایلی کوٹ نے کہا:۔

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحب تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آ رہا ہے اور اس جزیرہ میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بنا پر محمد (صلعم) کا مذہب ہماری نگاہوں میں قابل نفرین قرار پاتا ہے اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد (صلعم) کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض ذہن اسکی طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

(رو ئداد آفیشل رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس آف انگلیکن کمیونین ۱۸۹۴ء)

پھر اسی سال پنڈت لیکھرام کی ہلاکت سے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی کہ وہ چھ سال کے عرصہ میں ہلاک کیا جائے گا اور آپ پر ایک کشف میں ظاہر کیا گیا کہ گویا ایک فرشتہ جو ملائک غلاظ شداد میں سے ہے آپ سے دریافت کرتا ہے کہ لیکھرام کہاں ہے؟

نیز اسی سال آپ نے فصیح عربی زبان میں کرامات الصادقین لکھی اور علماء کو بالمقابل ایسا رسالہ لکھنے کے لئے دعوت دی اور ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا بھی اعلان فرمایا لیکن کسی عالم کو بالمقابل قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر مرحوم و مغفور کی پیدائش پر ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ کسوف و خسوف کا نشان ظاہر ہوگیا۔ اور عین حدیث کے مطابق ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳ ماہ رمضان کو چاند گرہن اور ۶ اپریل ۱۸۹۴ء مطابق ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ کو سورج گرہن ہوا۔ اور یہ چاند اور سورج کا گرہن احادیث میں مہدی کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ الغرض مرحوم و مغفور کی ولادت کے بعد جیسا کہ پیشگوئی میں ذکر تھا اللہ تعالیٰ نے اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے زمین و آسمان سے پے در پے نشانات ظاہر کئے جس سے آپ کا کام سہل ہوگیا اور آپ کی صداقت کہ آپ اسلام کے سچے خادم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار عاشق اور کاسر صلیب ہیں آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہونے لگی۔

(۳)

مرحوم و مغفور کے وجود میں اللہ تعالیٰ کا ایک اور نشان بھی ظاہر ہوا جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"بشیر احمد میرا لڑکا آنکھوں کی بیماری سے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ کوئی دوا فائدہ نہ کر سکتی تھی۔ اور بینائی جاتے رہنے کا اندیشہ تھا۔ جب شدت مرض انتہا تک پہنچ گئی تب میں نے دعا کی تو الہام ہوا "برق طفلی بشیر" یعنی میرا لڑکا بشیر دیکھنے لگا تب اسی دن یا دوسرے دن وہ شفایاب ہو گیا۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۲۲۹)

اس الہام کے سلسلہ میں حضرت مرحوم و مغفور کے اس خط کا ایک حصہ بھی لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں جو آپ نے ۲۹ جولائی کو گھوڑا گلی سے مجھے لکھا جو کراچی میں ملا اس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"کل رات مجھ پر خواب میں ایک عجیب کیفیت طاری رہی قریباً ساری رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر وقفہ وقفہ کے بعد میری زبان پر جاری رہا ؎

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیر خوار

جاگنے پر خیال آیا کہ شاید اس شعر کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام سے تعلق ہو کہ "برق طفلی بشیر" کیونکہ دونوں میں طفل کا لفظ آیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔"

میں نے جواباً لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کے زبان پر جاری ہونے سے الہام برق طفلی بشیر میں لفظ طفل سے میں سمجھتا ہوں کہ ایک معنی کے لحاظ سے طفلی میں یاء کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ہے یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بیٹے بشیر کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور مولانا رومؒ مثنوی میں اولیاء سے متعلق فرماتے ہیں ؎

اولیاء اطفال حق اند اے پسر

پس مذکورہ بالا شعر کے مرحوم کی زبان پر جاری ہونے اور الہام برق طفلی بشیر سے آپ کا اطفال حق میں سے ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اس انتقاد کے ...... ایک ماہ چار دن کے بعد آپ ہمیشہ کے لئے اپنے مولائے حقیقی کی گود میں چلے گئے۔

مذکورہ بالا کشوف اور الہامات کے علاوہ اور الہامات و کشوف میں بھی آپ کا ذکر آتا ہے لیکن مضمون کی طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ شہید ہیں اور ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں

اس زمانہ کا جہاد جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تبلیغ دین حق اور اشاعت قرآن اور سنت رسولؐ ہے پس جو شخص اپنی تمام زندگی اس غرض کے لئے وقف کر دیتا ہے اور تبلیغی جہاد کے میدان میں آخر دم تک جہاد کرتا ہے یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جیسے مرد مجاہد ہے ویسے ہی وہ شہید ہے اور آپ تو کشف وغیرہ کے لحاظ سے بھی میرے نزدیک شہداء میں داخل ہیں اور شہید جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں وہ شخص ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے استقامت اور سکینت کی قوت پاتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں شہید شہد سے بھی نکلا ہے عبادات شاقہ بجا لانے والے شہد جیسی ایک شیرینی اور حلاوت پاتے ہیں اور جیسے شہد فیہ شفاء للناس کا مصداق ہے اسی طرح شہید لوگ بھی ایک تریاق ہوتے ہیں جن کی صحبت سے لوگ امراض سے نجات پاتے ہیں۔

پھر شہید اس درجہ اور مقام کا بھی نام ہے جہاں بندہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے یا بہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اسے دیکھتا ہے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد جب میں نے خطبہ جمعہ میں آپ کے مناقب کا ذکر کرتے آپ کا مرتبہ شہید کا بتایا تو اس کے بعد [illegible] کالج کے پریذیڈنٹ نے لکھا کہ جس دن حضرت میاں صاحبؓ نے وفات پائی اسی رات میں نے خواب میں ایک شخص کی آواز سنی جو کہتا ہے۔ اور وہ شخص نظر نہیں آیا کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے اور صبح ریڈیو پر خبریں سننے سے آپ کی وفات کا علم ہوا۔

اسی طرح عزیز صباح الدین نے ایک خواب دیکھا جس میں ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے کہا کہ اب حضور کی سانس نیچے کی

چل بسے ہیں ابنِ سلطان القلم

(شیخ احمد اسلم مردان)

دل ہے اب اک مرجعِ اندوہ و غم — چل بسے ہیں ابنِ سلطان القلم
ہاں وہی مرزا بشیر احمدؓ کہ جو — راہِ حق پر تھے سدا ثابت قدم
عمر بھر تڑپے گا دل جن کے لئے — مدتوں روئے گی جن کو چشمِ نم
مہدیٔ مسعود کے لختِ جگر — مصلح موعود (ایدہ اللہ) کے وہ ہمقدم
وہ سراپا پیکرِ جود و سخا — وہ مجسم مظہرِ لطف و کرم
ہاں وہی جن کا کہ ہر اک فعل تھا — پرتوِ خُلقِ شہنشاہِ امم
فکر تھی ہر دم جنہیں کہ دہر میں — کس طرح اونچا ہو احمد کا علَم
گر گیا ہے قصرِ دیں کا وہ ستوں — تھم ذرا اے گردشِ ایام تھم
حق کہے خود جن کو قمر الانبیاء — خوبیاں ان کی ہوں اور مجھ سے رقم؟
دیدۂ کل جن کی دل تھا شاد کام — آج ہیں خلد آشیاں وہ محترم

غم سے سینہ شق ہے گو اسلم مگر
جس طرح رکھے خدا راضی ہیں ہم

ضرورت نہیں وہ بہشت کے لئے زندہ ہو گئے۔

ان خوابوں سے بھی ظاہر ہے کہ آپ کو شہادت کا مقام حاصل ہے اور آپ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

متواضع و ملنسار

آپ حد درجہ متواضع اور ملنسار تھے آپ کی خاکساری اور خصوصاً اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی سے خشیت آپ کی متعدد تحریروں سے ظاہر و باہر ہے۔ باوجودیکہ رات دن آپ سلسلہ کے کام میں مشغول رہتے پھر بھی آپ یہی سمجھتے کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ آپ نے ۱۹۶۲ء کے ماہ رمضان میں اپنی خرابیٔ صحت کا ذکر کر کے لکھا کہ میرے لئے ان مبارک ایام میں از راہِ مہربانی دعا فرمائیں کہ اللہ صحت اور کام کی زندگی عطا کرے۔

"پھر خصوصیت کے ساتھ یہ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے قیامت کے دن اپنے خاص کرم اور ذرہ نوازی سے ان لوگوں میں شامل فرمائے جو مطابق بشارت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حساب و کتاب کے بغیر بخشے جائیں گے۔ کیونکہ مجھ میں اپنے حساب کتاب کے لئے خدا کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں۔ یہ دو دعائیں خاص کر رمضان میں میرے حق میں کر کے مجھے ممنون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ یہ عاجز ساری جماعت کے لئے دعا کرتا ہے۔"

مطابق آیت وامّا من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی۔ مرحوم و مغفور کے مذکورہ بالا الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ آپ واقعی جنتی تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ آمین۔

مرحوم و مغفور سے زمانۂ طالبعلمی سے خاکسار کو ملنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ مدرسہ احمدیہ میں بطور پرنسپل بھی رہے اور ہمارے استاد بھی۔ اور پھر تبلیغ کے زمانہ میں بھی بکثرت ملاقاتیں ہوئیں۔ اور خصوصاً ربوہ میں تو بہت ہی قریب سے اور بکثرت دیکھنے کا موقع ملا آپ عجب و ریاء سے بالکل خالی اور حد درجہ خاکسار اور متواضع تھے۔ اور حلیم النفس تھے سینکڑوں مرتبہ آپ سے گفتگو بھی ہوئی لیکن میں نے کبھی آپ کو ناراض ہوتے نہیں دیکھا۔ بہرحال مجھ سے تو نہایت محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ اور آپ سے مل کر کام کے لئے ایک نئی امنگ دل میں پیدا ہوتی تھی۔ اور آپ کام پر خوشنودی کا اظہار کر کے بھی کام کرنے والوں کی ہمت بڑھاتے تھے۔ چنانچہ میرے ایک خط کے جواب میں جو شاید آپ نے لاہور سے لکھا تھا اپنی بیماری کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:-

"سب دوستوں کو میرا سلام اور شکریہ پہنچا دیں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ کی مخلصانہ خدمات پر بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو بہترین خدمت سے نوازے۔"

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ایسے پاک نفوس کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین یا رب العالمین

ہر صاحبِ استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ وہ اخبار "الفضل" خود خرید کر پڑھے!

رسالہ الفرقان کے متعلق حضرت قمر الانبیاءؓ کی رائے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا:-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے فضائل اور اسلام کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خریدنا چاہئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور دینی کی ترتیب رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم احباب کے نام جاری کرانا چاہئے تا اس کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔"

(الفضل ۸ر جنوری ۱۹۵۹ء)

قطعہ

تیرگی چھائی ہوئی ہے اور گھبراتا ہوں میں + ہے ہجومِ رنج و غم اور اشک برساتا ہوں میں
ہائے یہ لمحاتِ غم اور عالمِ بیچارگی + وہ شریکِ غم نہیں ہیں جن کا غم کھاتا ہوں میں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی حیاتِ مقدسہ پر ایک نظر

سنہ ۱۸۹۳ء — سے — سنہ ۱۹۱۷ء تک

آپ کی عظیم الشان خدماتِ سلسلہ اور مسلسل دینی جہاد

باز آمدم کہ سجدۂ ایں خاکِ پا کنم

محترم مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اللہ تعالیٰ کی آپ پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل ہوں۔ جماعت احمدیہ کی ان چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قصرِ احمدیت کی بنیاد قرار دیا۔ اور خدائے علیم و خبیر نے بھی اس کی تصدیق میں آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ لَا یُبْعَدُ بِنَاؤُکَ (تذکرہ صفحہ ۲۳۵) ... زمانہ خواہ کس قدر کروٹیں بدلے۔ دنیا خواہ کتنے رنگ بدلے انقلابات کی آماجگاہ بن جائے۔ معاندین کا گروہ خواہ کس قدر مقابلہ کرے۔ پھر بھی اے مسیح موعود تیری اس بنا کو منہدم کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ قلعہ ہے جسے کوئی سر نہیں کر سکتا۔ یہ وہ عمارت ہے جسے کوئی گرا نہیں سکتا۔ اور یہ وہ مینار ہے جس کی بلندی پر کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔

آپ کی پیدائش کی بشارت

آپ کی مبارک پیدائش ابھی معرض وجود میں نہیں آئی تھی کہ پانچ ماہ قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بشارات سے نوازا اور اس نے آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے فرمایا:

"نیکیوں کا جاذب کرے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ اور خدا تیرے ظفر کو شاباش کرے گا۔ اور تیرے برہان کو روشن کر دے گا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا اور میرا نور نزدیک ہے۔"

(ترجمہ عربی الہامات از آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۶)

ان الہامات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قمر الانبیاء قرار دیا اور آپ کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کا موجب بتایا جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے پہلے بھی دنیا میں یہ پیشگوئی شائع فرما چکے تھے کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے ہاں "وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۴۳)

"[illegible]" بھی اسی امر کی طرف اشارہ تھا کہ وہ آسمانی انوار جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے تخم ریزی ہو چکی ہے ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت میں ایک اہم کردار یہ مبارک وجود بھی سرانجام دے گا۔

ان الہامات میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ لڑکا خدا تعالیٰ کے فضل کا موجب ہوگا۔ مگر یہ بات بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے کہ یہ لڑکا "شکل و شباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۴۲)

پیدائش

ان پیشگوئیوں کے مطابق ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ولادت ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی دن ایک اشتہار بعنوان "منکرین کے ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیشگوئی" شائع فرمایا۔ اور اس میں تحریر فرمایا کہ

"یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر اشتہار دے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا ...... اب چاہیئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی۔ کیا یہ اندازہ ہے یا نجوم ہے یا رمل ہے۔ یہ کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ نے بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کر دی جاتی ہیں جن سے اس کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۴۶)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی پیدائش گو بشارات الٰہیہ کے ماتحت ہوئی۔ مگر آپ کے انکسار کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا:

"میں جب اپنے نفس میں نگاہ کرتا ہوں تو شرم کی وجہ سے پانی پانی ہو جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے جیسے کمزور انسان کی پیدائش کو بھی بشارت کے قابل خیال کرتا ہے پھر اس وقت اس کے سوا سارا فلسفہ بھول جاتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ہاتھ کو کون روک سکتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ (سیرۃ المہدی جلد سوم صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ نے فرمایا:

"یہ خاکسار حضرت مسیح موعود کے گھر پیدا ہوا۔ اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں بھی اس شکریہ کے تصور کی گنجائش نہیں۔" (سیرت طیبہ صفحہ ۲۵)

شکل و شباہت اور بچپن

آپ کی پیدائش حضرت صبح کے طلوع آفتاب کے بعد ہوئی تھی (سیرت المہدی جلد ۲ صفحہ ۵) اور جیسا کہ الہام میں بتایا گیا تھا۔ آپ شکل و شباہت میں اپنے بھائی مرزا فضل احمد صاحب کے مشابہ تھے حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب فرمایا کرتے تھے کہ شکل و شباہت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے دو ٹائپ ہیں۔ ایک سلطانی اور دوسرا فضلی۔ سلطانی ٹائپ سے لمبا کتابی چہرہ مراد ہے۔ اور فضلی ٹائپ سے گول چہرہ۔ آپ سلطانی ٹائپ میں حضرت خلیفہ ثانی۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صاحبزادی امۃ النصیر بیگم اور سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو شامل فرماتے تھے۔ اور فضلی ٹائپ میں صاحبزادی عصمت حضرت صاحبزادی شوکت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو شامل فرمایا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی جلد ۳ صفحہ ۱۶۲)

اس موقعہ پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کلاں جو ایک نہایت مخلص اور فدائی خاتون تھیں۔ چونکہ ان کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ اور لڑکے بچے وفات پا چکے تھے۔ اس لئے جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی ولادت ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرحومہ کو فرمایا کہ

"یہ تمہارا بیٹا ہے۔"

([illegible] ۲۰ جولائی ۱۹۱۲ء)

اس وجہ سے آپ کے ساتھ مرحومہ کو خاص محبت تھی اور یہی وجہ تھی کہ جب ۱۹۰۵ء میں ان کا انتقال ہوا تو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب جن کی عمر اس وقت ۱۲ سال تھی جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اسی طرح مرحومہ

رہے کہ ان کا چہرہ اس اندرونی محبت کو ظاہر کرتا تھا۔" (بدر ۲۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا آپ کو خاص محبت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور بشیر کی بجائے اکثر بشریٰ کہہ کر پکارا کرتی تھیں (الفضل ۔ نمبر ۱۹۶۳ء)

غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ نے ربوہ میں اپنے زیر تعمیر مکان کا نام بھی "البشریٰ" تجویز فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ آپ بھی کبھی اپنے بچوں کو پیار سے تھپڑ بھی لگاتے تھے۔ اور وہ اس طرح کہ کبھی کسی بچے کا پہنچا پکڑ لیا اور کوئی بات نہ کی اور خاموش ہو رہے۔ یہ بچہ لیٹا ہوا ہے تو اس کا پاؤں پکڑ کر اس کا پاؤں سہلانے لگ گئے۔

حضرت میاں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "پیچھے بچہ کو کہہ کر خوش ہو جانے کا واقعہ میرے ساتھ بھی (اس خاکسار عاجز کے ساتھ جو خدا کے مقدس مسیح کی جوتیوں کی خاک جھاڑنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا) کئی دفعہ گزرا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ورنہ

ہم کجا او ترحم شہ یار کجا

(سیرۃ المہدی جلد ۲ ص ۲۰)

بچپن میں آپ کی ایک دفعہ آنکھیں دکھنے آگئیں اور یہ تکلیف اتنی لمبی ہوئی کہ کئی سال گزر گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تحریر فرمایا ہے۔

"کئی سال انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا تھا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ حالت ابتر ہوتی جاتی تھی۔" (نزول المسیح ص ۲۲۰)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے تھے کہ آپ کی پلکوں کے کنارے سرخ اور موٹے رہتے تھے اور آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔" (سیرت المہدی جلد سوم صفحہ ۳۰۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ کی پلکیں گر گئی تھیں۔ (نزول المسیح ص ۲۲۰)

آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی تو آپ کو الہام ہوا "برّق طفلی بشیر" یعنی میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہو گئیں (تذکرہ ص ۳۳۶)

یہ الہام قریباً ۱۹۰۰ء کا ہے جبکہ آپ کی عمر ۷ سال کی تھی۔

حضور فرماتے ہیں۔

"اس الہام کے ایک ہفتہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔ اور آنکھیں تندرست ہو گئیں" (نزول المسیح)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی مزید روایت یہ ہے کہ اس الہام کے بعد "ایک دوائی بھی کسی نے بتائی وہ استعمال کرائی گئی اور خدا کے فضل سے آنکھیں بالکل صاف اور تندرست ہو گئیں (سیرۃ المہدی جلد سوم ص ۳۰۹)

حضرت میر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس الہام کے بعد جب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب حضرت صاحب کے سامنے جاتے تو آپ محبت کے انداز سے آپ کو مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ "برّق طفلی بشیر"۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اس الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"میری ظاہری آنکھیں تو بے شک صاف اور تندرست ہو گئیں اور میں نے خدا کے فضل سے حصہ پا لیا۔ اور میں اس کا شکرگزار ہوں۔ لیکن اگر خدا کی یہ بشارت صرف ظاہر تک محدود ہو تو خدا کی شان کے لحاظ سے یہ کوئی خاص لطف کی بات نہیں۔ اور اس کے فضل کی تکمیل یہ تقاضا کرتی ہے کہ جس طرح ظاہر کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اسی طرح دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں اور خدا کی الہام میں تو آنکھوں کا لفظ بھی نہیں ہے پس اے میرے آقا میں تیرے فضل پر امید رکھتا ہوں کہ جب میرے لئے تیرے دربار کی حاضری کا وقت آئے تو میری ظاہری آنکھوں کے ساتھ دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں نہیں بلکہ جیسا کہ تیرے کلام میں اشارہ ہے میرا ہر ذرہ روشن ہو کر تیرے قدموں پر بچھ جانے کے لئے گر جائے ؎

ایں سعادت کام دل اگر آید میسرم

(سیرت المہدی جلد دوم ص ۴۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بچوں کو مروجہ تعلیم دلانے سے قبل قرآن مجید جو تمام علوم کا خزانہ ہے پڑھایا کرتے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو تو حضرت حافظ احمد اللہ صاحب نے قرآن پڑھایا۔ لیکن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو قرآن شریف پڑھانے کی سعادت حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن کو حاصل ہوئی۔

آمین کی تقریب

اس کے چند سال بعد جبکہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے بھی قرآن پڑھ لیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خوشی میں ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء کو جبکہ آپ کی عمر ۸ سال تھی آمین کی تقریب منعقد فرمائی۔ جس میں حضور نے دوستوں کو ایک پرتکلف دعوت دی اور بتاشے وغیرہ بھی تقسیم کئے (الحکم ۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء ص ۱۳ کالم ۳) اس موقع پر آپ نے ایک دعائیہ نظم بھی لکھی جس کے ابتدائی تین اشعار یہ ہیں ؎

خدایا اے مرے پیارے خدایا
یہ کیسے ہیں ترے مجھ پر عطایا
کہ تو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا
کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
بشیر احمد جسے تو نے پڑھایا
شفا دی آنکھ کو بینا بنایا

اور پھر دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال
نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال
نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی امید ہے دل نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک دفعہ فرمایا۔

"بعض بچوں کی آمینوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خصوصیت سے اپنی اولاد کے لئے اس درد و سوز اور اس آہ و زاری کے ساتھ دعائیں کی ہیں کہ میں جب بھی انہیں پڑھتا ہوں تو اپنے نفس پر شرمندہ ہو کر خیال کرتا ہوں کہ شائد ہماری کمزوریاں تو ان دعاؤں اور ان بشارتوں کی حق دار نہ ہوں مگر پھر کہتا ہوں کہ خدا کی دین کو کون روک سکتا ہے۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عجیب و غریب شعر کو یاد کرتا ہوں۔ کہ ؎

تیرے اے میرے مربی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

(درثمین صفحہ ۹۱)

آپ نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کی قبولیت کا بھی ذکر فرمایا جو آمین میں کی گئی ہے کہ "نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال" آپ نے فرمایا

حق یہ ہے کہ مجھے تو بچپن سے آج تک کسی دجال مجسم یا کسی مادی طاقت نے مرعوب نہیں کیا اور میں ہمیشہ نہ صرف کامل ایمان کے ساتھ بلکہ کامل بصیرت کے ساتھ بھی صداقت کی آخری فتح کا یقین رکھتا رہا ہوں۔ مگر یہ بات میری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہے (ورنہ من آنم کہ من دانم) بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسی دردمندانہ دعا کی وجہ سے ہے جو حضور نے آج سے پچپن سال پہلے اپنے خورد سال بچوں کے لئے فرمائی کہ ؎

نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال

(الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

آمین کے موقعہ پر حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ آمین کوئی رسم ہے یا کچھ اور چیز ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بے انتہا فضل اور انعام ہیں۔ ان کی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس جب میں کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے خدا کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہے۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کروں۔ پس یہ میری نیت اور غرض تھی۔"

(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء)

آپ کی آمین کی تقریب جو ۱۹۰۱ء میں ہوئی تھی اس لئے آپ کے ختم قرآن کے ذکر کے ساتھ ہی اس تقریب کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ ورنہ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ یہ تقریب ختم قرآن کے کئی سال بعد وقوع میں آئی تھی۔

بچپن کے بعض واقعات

اب ہم حضرت آپ کے بچپن کے واقعات کی طرف عود کرتے ہیں۔

باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرہ میں لے آئے۔ جب ذرا ابھی روشنی ہو گئی تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ غالباً شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی نے عرض کی کہ حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی مگر آپ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہو گئی اور نماز کو پورا نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ عرض کیا گیا حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی مگر مجھے یاد نہیں کہ نماز پوری کر سکے یا نہیں۔ اس وقت آپ کی حالت سخت کرب اور گھبراہٹ کی تھی غالباً آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر نے پوچھا کہ حضور کو خاص طور پر کیا تکلیف محسوس ہوتی ہے مگر آپ جواب نہ دے سکے اس لئے کاغذ قلم دوات منگائی گئی اور آپ نے بائیں ہاتھ پر سہارا دے کر بستر سے کچھ اٹھ کر لکھنا چاہا مگر بمشکل دو چار الفاظ لکھ سکے اور پھر بوجہ ضعف کے کاغذ کے اوپر قلم گھسٹتا ہوا چلا گیا اور آپ پھر لیٹ گئے۔ یہ آخری تحریر میں غالباً زبان کی تکلیف کا اظہار تھا اور کچھ حصہ پڑھا نہیں جاتا تھا جناب والدہ صاحبہ کو دے دی گئی۔ نو بجے کے قریب جب حضرت صاحب کی حالت زیادہ نازک ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد آپ کو غرغرہ شروع ہو گیا۔ غرغرہ میں کوئی آواز وغیرہ نہیں تھی بلکہ صرف سانس لمبا لمبا اور کھنچ کھنچ کر آتا تھا۔ خاکسار اسی وقت آپ کے سرہانے کھڑا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرہ میں تھیں اطلاع دی گئی وہ معہ چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اس وقت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہوری نے آپ کی چھاتی میں پستان کے پاس انجکشن یعنی دوائی کی پچکاری کی جس سے وہ جگہ کچھ ابھر آئی مگر کچھ افاقہ محسوس نہ ہوا بلکہ بعض لوگوں نے برا منایا کہ اس حالت میں آپ کو کیوں یہ تکلیف دی گئی ہے۔ تھوڑی دیر تک غرغرہ کا سلسلہ جاری رہا اور ہر آن سانسوں کے درمیان کا وقفہ لمبا ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اللّٰھم صل علیہ وعلیٰ مطاعہ محمد و بارک وسلم۔

(سیرۃ المہدی جلد اول صفحہ ۱۱۹)

جماعت احمدیہ کے سنہ ۱۹۶۰ء کے سالانہ جلسہ پر آپ نے "درمنثور" کے عنوان سے جو تقریر فرمائی تھی اس میں بھی آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا کہ

"حضور کے وصال کا واقعہ اس وقت پچاس سال گزرنے پر بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا کہ میں حضور کے سفر آخرت کی ابتداء اب بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔"

(درمنثور صفحہ ۱۹۶)

شاعری کا آغاز

یہی سال ہے جس میں آپ کی شاعری کا آغاز ہوا۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء ہی میں آپ نے پہلی نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں کہی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

گئے اسلام کے ظلمت کے دن جب کہ تو آیا
خدا نے کشتیٔ اسلام کا اب ناخدا تو ہے

اسی زمانہ میں آپ اختر تخلص فرماتے تھے چنانچہ آپ کا ایک مقطع یہ ہے ؎

خواہش اگر کوئی ہے تو اختر کی ہے یہی
اسلام پر ہی دے مجھے پروردگار موت

اسی طرح ایک اور نظم کا مقطع ہے

اختر یہی دعا ہے کہ روز حشر نصیب
تجھ کو نبی کریم کا قرب و جوار ہو

آپ کا مجموعہ کلام سنہ ۱۹۲۲ء میں گلدستۂ عرفان کے نام سے کتابی شکل میں قادیان سے شائع کیا تھا مگر اب عرصہ سے نایاب ہے۔ آپ کا آخری کلام اکتوبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا ؎ اے مالک کون و مکاں آؤ ہمیں کو دیکھ لو

(الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین انگوٹھیاں ..... تھیں ایک "الیس اللّٰہ بکاف عبدہ" والی۔ دوسری پر آپ کا الہام "غرست لک بیدی رحمتی و قدرتی" لکھا ہوا تھا اور تیسری پر "مولا بس" لکھا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ام المومنین نے یہ تینوں انگوٹھیاں قرعہ اندازی کے ذریعہ اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیں۔ اس قرعہ اندازی کے مطابق دوسری انگوٹھی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے حصہ میں آئی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام درج ہے۔

اذکر نعمتی التی انعمت علیک
غرست لک بیدی رحمتی و قدرتی

یعنی میری اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر کی ہے میں نے تیرے لئے اپنے ہاتھ سے اپنی رحمت اور اپنی قدرت کا درخت لگایا ہے۔ انگوٹھی کے نگینہ پر ۱۳۱۵ھ کی تاریخ کندہ ہے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول و الفضل [illegible] ۱۹۵۶ء)

انگوٹھیوں کی تقسیم کا واقعہ گو سنہ ۱۹۰۸ء میں نہیں ہوا بلکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے ایک عرصہ بعد ہوا تھا مگر چونکہ اس کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے ساتھ تھا اس لئے اس سن کے واقعات میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

جولائی ۱۹۰۹ء میں آپ سیر و سیاحت کے لئے سری نگر تشریف لے گئے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے (الحکم ۱۴ جولائی ۱۹۰۹ء) اگست کے آخر میں آپ بخیریت کے ساتھ قادیان واپس پہنچ گئے۔ (الحکم ۲۱ اگست ۱۹۰۹ء)

میٹرک کا امتحان اور کالج میں داخلہ

سنہ ۱۹۱۰ء میں آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں پر پاس کیا۔ بارہ لڑکے شریک امتحان ہوئے تھے جن میں سے آٹھ کامیاب ہوئے اور آپ اپنے مدرسہ میں اوّل آئے۔

(بدر ۷ اپریل ۱۹۱۰ء)

میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ اخبار بدر میں یہ خبر ان الفاظ میں درج ہے۔

"صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب امتحان انٹرنس پاس کر کے اب گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کے علوم سے بہرہ وافی عطا فرمائے" (بدر ۵ مئی ۱۹۱۰ء)

تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کھیلوں میں بھی خاص دلچسپی رکھتے تھے جس کی وجہ سے کالج کی فٹ بال ٹیم کے آپ کیپٹن مقرر ہوئے اور بہترین کھلاڑی تسلیم کئے گئے۔ قادیان میں بھی جب کوئی ٹورنامنٹ ہوتا تو آپ ہی بطور [illegible] کے فرائض سرانجام دیتے تھے اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ سلسلہ ۱۹۲۰-۲۱ء تک جاری رہا۔

صدر انجمن احمدیہ کے ممبر

مارچ ۱۹۱۱ء میں آپ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبر مقرر کئے گئے۔ اخبار بدر نے اس تقرر کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ

"صاحبزادہ صاحب کی طبیعت معاملہ فہم اور متین واقع ہوئی ہے اس لئے یہ انتخاب نہایت مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے" (بدر ۱۶ مارچ ۱۹۱۱ء)

آپ نے اپنی کتاب "سلسلہ احمدیہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے صدر انجمن احمدیہ کا ممبر مقرر فرمایا تھا

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۳۲۵)

اب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نقش قدم پر آپ کو صدر انجمن احمدیہ کی مجلس معتمدین میں شامل فرمایا کیونکہ جس طرح ۱۹۰۶ء میں اٹھارہ سال کی عمر ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ ثانی کو صدر انجمن احمدیہ کا ممبر بنایا تھا اسی طرح حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بھی ۱۹۱۱ء میں جبکہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی عمر اٹھارہ سال کی تھی صدر انجمن احمدیہ کا ممبر بنا دیا۔

۱۹۱۲ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔اے کا امتحان پاس کیا (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء) اور پھر اسی سال بی۔اے میں داخلہ لے لیا۔

۱۵ جون ۱۹۱۲ء کو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے لاہور میں شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان انگلش ویئر ہاؤس کی بنیاد رکھی۔ آپ نے اس مکان کی پہلی بنیادی اینٹ اپنے دست مبارک سے رکھی۔ اس کے بعد آپ نے دوسری اینٹ حضرت خلیفہ ثانی سے اور تیسری اینٹ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے رکھوائی۔ آخر میں آپ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو بھی ایک اینٹ رکھنے کا ارشاد فرمایا۔

(بدر ۲۰ جون ۱۹۱۲ء)

۵ جولائی ۱۹۱۲ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کی وسیع عمارت کا حضرت خلیفہ اول نے سنگ بنیاد رکھا۔ بنیاد میں جگہ تجویز کی گئی تھی مشرقی کونہ میں حضرت کو کھڑا کیا اور درمیانی ہال کے مشرقی کونہ پر پہلے دعا کر کے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنے دست مبارک سے اینٹ رکھی اور پھر علی الترتیب حضرت خلیفہ ثانی، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سے رکھوائی۔ اوّل و آخر بیت دعا کی جاتی رہی اور اس طرح پھر بار دعا کی گئی۔ (بدر یکم اگست ۱۹۱۲ء)

کالج چھوڑنے کا واقعہ

ابھی آپ بی۔اے میں تعلیم ہی پا رہے تھے کہ اچانک آپ نے کالج چھوڑ دیا۔ اور قادیان آ کر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے قرآن و حدیث پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ مکرم پیر محمود احمد صاحب کی روایت ہے کہ کالج چھوڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی طالب علم نے اسلام یا احمدیت کے متعلق کوئی سوال کیا تھا جس کا آپ فوری طور پر جواب نہ دے سکے۔ اس کا آپ کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آپ نے کالج چھوڑ دیا۔ اور یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک میں قرآن کریم پورے طور پر نہ پڑھ لوں میں کالج میں نہیں آؤں گا۔

محترم قاضی اکمل صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان میں لکھتے ہیں کہ مجھے اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا۔

"کالج تو پھر بھی مل جائے گا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ خواہش ہے کہ قرآن مجید و حدیث پڑھ لوں اور پھر وہ بھی نور الدین ایسے پاک انسان سے پھر موقعہ نہ مل سکے۔ اس لئے میں نے یہی بہتر جانا" (رسالہ تشحیذ الاذہان مارچ ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

آپ کے کالج چھوڑنے کا پرنسپل کو خاص طور پر افسوس تھا اور اس نے یہ الفاظ لکھے کہ

An Excellent student his leaving is a

اطاعتِ امام کے سلسلے میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا بلند مقام

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب رضی اللہ عنہ

کوئی نیک پاک ہستی جب اس دنیا سے گذر جاتی ہے تو پیچھے رہنے والے لوگوں کے دلوں میں جو تاثرات اس عظیم ہستی کے متعلق ہوتے ہیں وہ ان کے زبان و قلم کے ذریعہ ظاہر ہونے لگتے ہیں اور ہر کوئی اس مقدس ہستی کے احسانوں کو یاد کر کے بے چین ہوتا ہے کہ بار بار اس کی خوبیوں کا اور احسانوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ ناچیز راقم کسی بزرگ ہستی کی مقدس زندگی کے متعلق کچھ بھی بیان کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا اور عمر قریباً ۸۸ سال کو پہنچا اور صحت محدود ہے لیکن حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے حسن اخلاق جب یاد آتے ہیں تو میں اپنے آپ کو ان کا تذکرہ کرنے پر مجبور پاتا ہوں۔

میں اپنے ایک گزشتہ مضمون میں جو ستمبر کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے یہ لکھ چکا ہوں کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بفضل تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے منصب خلافت اور امامت کے لحاظ سے نہایت اطاعت گزاری میں عمر گزاری۔ میں اپنی بصیرت کی بناء پر کہتا ہوں کہ آپ کو در اصل اس راہ اطاعت میں شہادت کا درجہ ملا ہے اس کا ثبوت خود حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مکتوب سے ملتا ہے جو آپ نے میرے نام تحریر فرمایا آپ اپنے ایک خط محررہ ۵ رجون ۱۹۶۳ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جسمانی تکلیف بھی کچھ بڑھ گئی ہے اور گھبراہٹ رہتی ہے آپ دعا فرماتے رہیں اور کبھی کبھی حضرت صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتا رہا کریں۔ مجھے اکثر یہ احساس رہا ہے کہ میں اپنی کمزوریوں کی وجہ سے حضرت صاحب کو اتنا خوش نہیں رکھ سکا جتنا کہ میرے دل کی خواہش ہے اور مجھے رکھنا چاہئیے تھا"

اس تحریر سے خوب عیاں ہو جاتا ہے کہ امام وقت کی اطاعت کے متعلق آپ کے دلی جذبات کیا تھے آپ نہ صرف اطاعتاً اس تابعیت کو ہی بحیثیت حضرت محمود ایدہ اللہ کی [illegible] گذارتے تھے بلکہ اپنے امام پر اپنے بڑے بھائی پر دل و جان سے نثار تھے۔ آپ کو احساس کہ میں حضرت صاحب کو اتنا خوش نہیں رکھ سکا جتنا کہ میرے دل کی خواہش ہے آپ کو ہمیشہ بے چین رکھتا تھا۔ اور انہی جذبات کے ساتھ آپ جان بحق ہو گئے اور اپنی وفاداری اور کامل اطاعت اور جاں نثاری کا واضح ثبوت دیتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے آپ کو حضرت حضرت محمود ایدہ اللہ کے بچوں سے جو محبت تھی [illegible] کا علم [illegible] حضرت محمود ایدہ اللہ کے بچوں کے ساتھ بھی تھی۔ آپ حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بچوں کے ساتھ اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے آج کوئی حضرت محمود ایدہ کے بچوں کی دلداری کا جائزہ لے کر دیکھ لے وہ یقیناً میرے اس خیال کو انشاء اللہ درست پائے گا۔

اب میں آپ کے اوصاف حمیدہ اور نہایت اعلیٰ قدر اور قابل نمونہ خوبیوں کا جن سے آپ کے مرتبہ کی بلندی معلوم ہوتی ہے کچھ ذکر کرتا چلوں۔

اول: حضرت میاں صاحب نے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی کی قرآنی تعلیم کے مطابق اطاعت کامل کا نمونہ دکھایا۔ آپ نے اپنی غیر معمولی علمی قابلیت کے باوجود اور اعلیٰ درجہ کی قوت گویائی کی موجودگی میں اپنا تمام علم اس طرح حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آواز کے تابع رکھا۔ جس طرح ایک شاگرد اپنے استاد کے سامنے رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت خاص کے ماتحت گزشتہ دو تین سالوں میں حضرت میاں صاحب کی قابلیتوں اور قوت گویائی کو جماعت کے سامنے نمایاں کرنے کا موقع دیا جب کہ احباب جماعت جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی خوش قسمتی سے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی پرجوش درد بھری آواز کو سن کر وجد میں آ جاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے اندر نفیس خاص علمی قابلیتیں رکھی تھیں آپ کو دینی علوم پر [illegible] عبور حاصل تھا مگر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق [illegible] کے ذریعہ آپ کو جو [illegible] علوم کی [illegible] حاصل [illegible] ہوئے [illegible] مزید نصرت میں لگا رکھی۔

پھر آپ نے اپنے جلیل الشان والد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت کو بھی خوب نمایاں کر کے دکھایا اپنے اندر بھی اسی جذبہ محبت رسول کو پیدا کیا اور پھر سیرت خاتم النبیین جیسی اعلیٰ پایہ کی کتاب تصنیف فرمائی۔

پھر آپ نے کتاب ہمارا خدا لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زندہ اور قادر خدا کی محبت دکھلا دی۔ الغرض آپ نے ہمیشہ حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زیر سایہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو خدا اور اس کے دین کی ترقی کے لئے وقف کر رکھا۔ پھر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس خلق کو بھی جو مہمانوں کی خدمت اور حاجت مندوں کی مدد کرنے سے تعلق رکھتا ہے اپنے عملی نمونہ سے اجاگر کر دکھایا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم کو کہ "تم میں زیادہ بڑا وہ ہے جو غریب کی بات تحمل مزاجی سے سنے" اپناتے ہوئے اعلیٰ درجہ کا عملی نمونہ دکھایا۔

میں مذکورہ بالا صفتوں کا ماحصل ہوں احباب جماعت کی خدمت میں لکھنے درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان مقدس ہستیوں کے طفیل اپنی زندگی کے بقیہ ایام کامل اطاعت شعاری میں بسر کرنے کی توفیق دے میری کمزوریوں پر پردہ پوشی فرمائے اور ہر لحاظ سے انجام بخیر کرے۔ آمین۔

جماعت میں ایک فرد بھی یہ خیال نہ کرتا تھا کہ اس قدر جلد آپ کی موت واقع ہو جائے گی حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفات سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک حد تک مشابہت ہو گئی تھی اور اس مشابہت کی تصدیق آپ کے حق میں ہونے والا الہام "یاتیک قمر الانبیاء ... الخ" پورے طور پر کرتا ہے کیونکہ قمر الانبیاء کا نام ایک بڑی مشابہت کی دلیل ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ اپنی باطنی قوت کی وجہ سے اور خدمت دین کا مقدس کام انجام دینے کی وجہ سے اپنے آئینہ قلب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھا رہے تھے اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب امام عصر کا اللہ نبی [illegible] انبیاء علیہم السلام کے انوار کو اپنے اندر دکھلانے والے تھے پس جو وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے آئینہ دل میں دکھلائے گا وہ لازمی طور پر جملہ انبیاء کے انوار کو دکھلانے والا ہو گا۔

میں جو ایک ادنیٰ خادم کا وجود ہوں جملہ احباب احمدیہ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اس وقت سراپا دعا بن کر عفو و رحم کے حضور جھکیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح

ربنا ظلمنا انفسنا
وان لم تغفرلنا وترحمنا
لنکونن من الخاسرین

کہتے ہوئے عجز و انکسار کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگ جائیں۔ اس وقت زخم دل تیز اور تازہ ہے اس وقت کے العلاج کے منظور [illegible] جانے کا امکان زیادہ ہے اس نازک وقت میں ہمارے لئے خاص قسم کی دعائیں کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اپنی علالت کے دنوں میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی وفات کا صدمہ پہنچا ہے اس صدمہ کی شدت کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے پس اس لحاظ سے بھی ہم پر یہ شدید طور پر لازم آتا ہے کہ ہم حضور کی سلامتی کی دعا کا خاص طور پر التزام کریں کہ اے ہمارے قادر و توانا خدا تو ہمارے گناہ بخش۔ تو ہمارے روحانی باپ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو صحت والی زندگی بخش تا کہ ہم حضور کے بابرکت سایہ کے نیچے رہتے ہوئے فلاح دارین حاصل کر سکیں اس وقت حضرت قمر الانبیاء کی وفات ہمارے لئے ایسی ہے کہ جیسے کسی کی ماں فوت ہو جائے پس ماں کی جدائی کے بعد باپ کی شفقت کے سایہ کی احتیاج زیادہ پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہزاروں اور لاکھوں رحمتیں حضرت قمر الانبیاء پر نازل فرمائے کہ وہ ایک طرف تو اپنے امام و پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی علالت کا غم کھاتے رہے اور دوسری طرف جماعت کے کمزوروں اور غریبوں کا غم بھی برداشت کرتے تھے

آپ نے بیماری سے اٹھتے ہی سیرۃ خاتم النبیین کی تکمیل کا مشورہ دیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ مجھے خود بیماری کے ایام میں یہی خیال آتا رہا ہے لیکن مجھے اس قابل ہونے کے لئے شاید دو تین ماہ لگ جائیں گے۔ اس کے بعد انشاء اللہ کوشش کروں گا۔ آپ دعا کریں۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد

ایک دفعہ جب میں اپنے مرحوم فرزند محمد احمد کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو سیرۃ خاتم النبیین کی تکمیل کی طرف توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا "یہ دیکھئے میں نے سیرت کی تکمیل کے لئے ساری متعلقہ کتابیں سامنے کرسی پر رکھی ہوئی ہیں اور ذرا سا موقعہ ملتے ہی میں فوراً کام شروع کروں گا۔"

مگر صد ہزار افسوس کہ آپ کو زندگی نے اس کی تکمیل کی مہلت نہ دی۔ تاہم جو بھی کام ہو گیا ہے۔ وہ بھی نثری اور اسلامی دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و رحم سے کوئی ایسی شخصیت اور ایسی اعلیٰ لیاقت کا انسان پیدا کر دے جو محنت کر کے اس کتاب کو مکمل کر دے۔ بلاشبہ یہ اسلام اور علم و ادب کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

(۱) سیرت خاتم النبیینؐ جلد اول

حضرت میاں صاحبؓ کی یہ تصنیف لطیف ابتداء میں قادیان کے مشہور رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۰ء تک بالاقساط "ہمارا آقا" کے نام سے چھپتی رہی۔ بعد ازاں حضرت میاں صاحبؓ نے ان مضامین میں کچھ معمولی ترمیم کر کے اسے سیرت خاتم النبیین جلد اول کے نام سے مرتب کیا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ جولائی ۱۹۲۰ء کو شائع ہوئی۔

اس جلد کا دوسرا ایڈیشن بہت سے مفید اضافوں کے ساتھ حضرت میاں صاحبؓ نے پندرہ برس بعد مرتب فرمایا۔ دوسری بار ۱۸ دسمبر ۱۹۳۵ء کو شائع ہوئی۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ تھی۔ سفید کاغذ بہت عمدہ اور مضبوط تھا۔ جلد نفیس اور خوبصورت تھی۔

اس عظیم الشان کتاب کی پہلی جلد ابتدائے ہجرت تک کے واقعات پر مشتمل ہے جس میں حسب ذیل مضامین نہایت ہی لطیف رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ شروع میں سیرت نبوی اور تاریخ اسلام کے ابتدائی ماخذوں پر نہایت جامع اور مبسوط تبصرہ ہے۔ یہ صرف فہرست ہی نہیں بلکہ ساتھ کے ساتھ ان تمام ماخذوں پر نہایت سیر حاصل تنقید بھی ہے۔ یہ بجائے خود ایک مستقل کتاب اور نہایت مفید مقالہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا کوئی بھی سیرت نگار اس مقدمہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ ملک عرب کا مختصر جغرافیہ اس کے قبائل۔ اس کے تمدن اس کے رسوم اور اس کے مختلف مذاہب کا نہایت جامع بیان ہے۔

۳۔ جد امجد بانی خانہ کعبہ اس کی مختلف تعمیروں کی تاریخ۔ قریش کے قبائل اور خاندانوں کی تفصیل اختصار مگر جامعیت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

۴۔ کتاب کے چوتھے حصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے حضور کی شادی تک کے واقعات تحریر کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ سے جن جن موضوعوں پر جو جو اعتراضات یورپین مستشرقین نے کئے ہیں سب کے نہایت تسلی بخش جوابات نہایت عمدگی سے دیئے ہیں۔ اور اس امر کو تیسری جلد کے آخر تک نہایت التزام کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے اور ٹھوس علمی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ کوئی حقیقی اعتراض اس انسان کامل پر ہو ہی نہیں سکتا۔ جو بھی اعتراض ہوگا وہ قلت فہم یا تعصب اور جہالت کے باعث ہوگا۔

۵۔ کتاب کے پانچویں حصہ میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ بعثت سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب کیا تھا اور آپ کے عادات و خصائل کیسے تھے۔ اور نبوت سے قبل آپ کے حلقہ احباب میں کون کون لوگ شامل تھے۔

۶۔ چھٹا دور آغاز نبوت ابتدائی تبلیغ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی تکالیف اور مصائب کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔

۷۔ کتاب کے ساتویں حصہ میں ہجرت حبشہ حضرت عمرؓ کا اسلام۔ مسلمانوں کا بائیکاٹ معجزہ شق القمر۔ حضرت خدیجہ طاہرہؓ کی وفات اور حضرت عائشہؓ کے نکاح کا بیان ہے اور آخر میں تعدد ازدواج پر بہت ہی لطیف بحث ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

۸۔ آٹھویں حصہ میں حضور علیہ السلام کے تبلیغ اسلام کے حالات۔ معراج اور فرضیت نماز کی تفصیلات ہیں اور اسلامی عبادات کا فلسفہ بہت ہی لطیف انداز میں آپ نے بیان کیا ہے۔

(۹) نویں حصہ میں یثرب (مدینہ) میں اسلام پھیلنے اور کفار مکہ کے کئی دن کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حضور علیہ السلام کے سفر ہجرت کا حال بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۔ دسویں اور آخری حصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی پر بڑا ہی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور متعدد اہم مسائل کی بڑی لطیف تشریح کی گئی ہے۔ اور آخر میں یہ کہہ کر کتاب کی پہلی جلد کو ختم کر دیا گیا ہے کہ

"ہجرت میں خدا کی طرف سے یہ اشارہ تھا کہ اب قریش کے مظالم کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے اور وقت آگیا ہے کہ ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔"

جلد دوم

کتاب ہذا کی دوسری جلد حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵ مارچ ۱۹۳۱ء کو ختم کی اور اگست ۱۹۳۱ء کو چھپ کر شائع ہوئی۔ یہ جلد دوم ۲۰×۲۶ کے [illegible] صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ابتدائے ہجرت سے لے کر [illegible] کے آخر تک کے حالات ہیں۔ یہ جلد ۱۲ اہم ابواب پر مشتمل ہے جس میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے نہایت اہم مسائل پر بحث فرمائی ہے۔ بعض خاص خاص عنوانات یہ ہیں۔ تعمیر مسجد نبوی۔ مواخاۃ یہود کے ساتھ معاہدہ۔ اہل مکہ کی طرف سے اہل مدینہ کو خط۔ قبائل عرب کی متحدہ مخالفت حکومت اسلامی کی تاسیس۔ جہاد پر مفصل اور تسلی بخش بحث۔ غزوات کا آغاز۔ تحویل قبلہ جنگ بدر اور اس کے عواقب و نتائج۔ روی سلطنت کے متعلق حضور علیہ السلام کی ایک پیشگوئی اور اس کا پورا ہونا۔ مسئلہ غلامی پر نہایت ہی دلچسپ اور فاضلانہ تبصرہ۔ بوقت شادی حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق نہایت لطیف بحث۔ تعدد ازدواج کا مسئلہ۔ قبائل نجد اور یہود کے ساتھ جنگ کا آغاز جنگ احد۔ شراب کی حرمت۔ اخراج بنو نضیر۔ قرآن مجید کی جمع اور ترتیب۔ پردہ کا فلسفہ اور اس کے احکام۔ واقعہ افک۔ برتھ کنٹرول۔ غزوہ خندق۔ ریحانہ کا غلط واقعہ۔ اسلامی قانون شادی و طلاق۔ مدنی زندگی کے پہلے دور کا خاتمہ اور اسلامی طریق حکومت۔ خلفائے راشدین کی حکومت کس طرح قائم ہوئی۔ بنی امیہ کی خلافت غیر طبعی تھی۔ عزل خلیفہ کا مسئلہ غیر مسلموں سے تعلقات کی بحث۔ مذہبی رواداری جزیہ اور سیاسی تعلقات۔ اسلامی تعلیم غیر قوموں کے مذہبی راہنماؤں کے متعلق۔

جلد سوم

جلد سوم جزو اول ۳ اپریل ۱۹۴۹ء کو ختم ہوا۔ اور اسی ماہ میں چھپ گیا۔ یہ حصہ صرف تین ابواب پر مشتمل ہے جن میں بہت اہم مسائل یہ ہیں۔ صلح حدیبیہ سے پہلے کا زمانہ مسلمان اور کافر کے ازدواجی تعلقات کے متعلق اسلامی تعلیم۔ آنحضرتؐ پر کثرت ازدواج کا الزام۔ مساوات اسلامی پر نہایت ہی لطیف بحث۔ مرد و عورت میں حقوق کی مساوات پر بحث۔ اسلام میں تقسیم دولت کا نظریہ۔ مسئلہ دعا سائنس کی روشنی میں اور دعا کے متعلق نہایت ایمان افروز بحث۔ معجزات نبوی۔ مجلس نبوی کا رعب و دبدبہ۔ صلح حدیبیہ اور اس کے نتائج۔ اسلام کا تبلیغی نظریہ۔ آنحضرتؐ کے تبلیغی خطوط۔ جوئے اور شطرنج کی ممانعت۔

جزو اول پر جلد سوم ختم ہوگئی اور حصہ دوم افسوس کہ کتاب نامکمل رہی۔ اس حصے کے صفحات صرف ۱۰۵ ہیں۔ ممکن ہے کہ جزو دوم کے کچھ اجزاء حضرت مرحوم کے مسودات میں لکھے ہوئے موجود ہوں۔ وہ اگر شائع ہو جائیں تو بہت مفید ہوں گے۔

۲۔ سیرت المہدی

یہ دوسری لاجواب تصنیف ہے۔ جو حضرت مرحوم نے نہایت محنت اور کمال جانفشانی کے بعد مرتب فرمائی۔ اس بے نظیر کتاب میں کیا ہے؟ اور کن مضامین پر مشتمل ہے؟ اس کے متعلق خود حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک بالکل کافی ہوگا جو آپ نے کتاب کا حصہ اول شروع کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ اور جو حسب ذیل ہے۔

"خاکسار مرزا بشیر احمد ابن حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارادہ کیا ہے کہ واللہ الموفق کہ جمع کروں ان لوگوں کے واسطے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت نہیں اٹھائی اور نہ آپ کو دیکھا ہے۔ آپ کے کل شمائل جو پہنچے ہیں اور دیگر مفید باتیں متعلق آپ کی سیرت اور خلق و عادات وغیرہ کے۔ پس شروع کرتا ہوں میں لکھنا کام کو آج بروز بدھ بتاریخ ۲ شعبان ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۲۳ء بعد نماز ظہر اس حال میں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیت الدعا میں بیٹھا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ وہ مجھے راہ مستقیم پر قائم رکھے

نزول المسیح اور مہدی موعود کی بحث، وفات مسیح، مسیح و مہدی کی علامات، مسیح موعود کا کام، حضرت مرزا صاحب نے تمام دنیا کے مذاہب کو اسلام کا پیغام پہنچایا، اور تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کو غالب کر کے دکھایا۔ تمام دنیا میں اشاعت اسلام بذریعہ جماعت احمدیہ۔ مسیح موعود کی علامات پر اصولی اور تحقیقی نظر، حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت وغیرہ وغیرہ

۵۔ ہمارا خدا

یہ ایک بڑی علمی اور فلسفیانہ کتاب ہے جس کے پڑھنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ قابل اور فاضل مصنف کو الٰہیات پر کس قدر بے نظیر عبور حاصل تھا اور وہ دقیق افکار و مسائل کو کس خوبی اور عمدگی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ اہل علم اور صاحب ذوق حضرات کے لئے یہ کتاب معارف کا ایک خزانہ ہے اور اس کے مطالعہ سے ان پر حقیقت کی بہت سی راہیں کھل جاتی ہیں۔ خدا کے متعلق موجودہ دور کے فلسفیوں نے جن باطل خیالات کا اظہار کیا ہے حضرت میاں صاحب نے ایسی سلاست اور روانی کے ساتھ ان کے جواب دیئے ہیں کہ ان کو پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کتاب بڑی تقطیع کے ۲۷۰ صفحات پر ختم ہوئی ہے حضرت میاں صاحب [illegible] کو اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے تھے اور اگلے مہینے یعنی دسمبر ۱۹۲۷ء میں وہ چھپ کر شائع ہو گئی تھی۔ خدا کے وجود پر ہم کیوں ایمان لائیں اور اس کی کس طرح تحقیق کریں۔ ایمان باللہ کے مراتب کیا کیا ہیں۔ خدا ہونے کے متعلق متعدد عقلی دلائل۔ موجودہ سائنس اور خدا کا عقیدہ۔ مسئلہ ارتقاء اور ہستی باری تعالیٰ۔ ہمارا شبہ کہ اگر خدا کا خالق کون ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کے دلائل۔ خدا پر ایمان لانے کے فوائد۔ دہریت کے دلائل اور ان کا رد۔ تناسخ کا عقیدہ۔ دنیا میں کیوں پایا جاتا ہے۔ دنیا میں گناہ کا وجود کیوں ہے وغیرہ دلچسپ مسائل پر حضرت صاحب نے اس کتاب میں سیر حاصل بحث کی ہے۔

۶۔ کلمۃ الفصل

یہ کتاب حضرت میاں صاحبؓ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جو حضرت مرحوم نے اس وقت تحریر فرمائی جبکہ ۱۹۱۵ء میں بی۔ اے پاس کرنے کے بعد ایم۔ اے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت کے نام سے جنوری ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔ اس میں حضرت موصوف نے دو ہائی [illegible] مسئلہ کفر و اسلام پر نہایت مبسوط اور تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ چھوٹی تقطیع کے ۸۰ صفحات کا رسالہ ہے۔

۷۔ الحجۃ البالغہ

یہ حضرت میاں صاحبؓ کی غالباً دوسری کتاب ہے جو آپ نے ایم۔ اے کے امتحان سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۱۶ء میں لکھی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن فروری ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ اور تیسرا جون ۱۹۵۸ء میں۔ اس میں حضرت مؤلف نے وفات مسیح کے مسئلہ کی نہایت عمدگی اور تحقیق کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے اور مسئلہ کے ہر پہلو پر بہت کافی روشنی ڈالی ہے اور تمام اعتراضات کے تسلی بخش جواب دیئے گئے ہیں۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔

۸۔ ختم نبوت کی حقیقت

ہم پر ہمارے مخالفین کی طرف سے یہ بہتان باندھا جاتا ہے کہ ہم نعوذ باللہ حضور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے۔ اسی بنا پر ہمارے خلاف ۱۹۵۳ء میں ایسا عظیم الشان اور ملک گیر طوفان اٹھایا گیا۔ جس کی کوئی نظیر احمدیت کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ یہ کتاب اسی بہتان عظیم کی تردید کے لئے حضرت میاں صاحب نے ۳۰ر اپریل ۱۹۵۳ء میں تحریر فرمائی تھی۔ ۷۶ صفحات کی کتاب ہے اور اس مسئلہ پر حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا دوسرا نام۔ رسول پاک کا عدیم المثال مقام ہے۔

۹۔ چالیس جواہر پارے

یہ جواہر پارے حضرت میاں صاحبؓ نے اس وقت مرتب فرمائے جب آپ تقسیم ملک کے بعد رتن باغ لاہور میں رونق افروز تھے۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جو مسلمانوں کی دینی اور دنیوی اصلاح کے لئے بے حد مفید اور کارآمد ہیں اور جن پر عمل کرنے سے انسان کی دنیا بھی سنور سکتی ہے۔ اور دین بھی۔ ہر حدیث کا متن اور اس کا ترجمہ لکھنے کے بعد آپ نے اس کی ضروری اور مختصر تشریح بھی ساتھ کے ساتھ کر دی ہے۔ بچے بوڑھے، مرد عورت ہر طبقہ کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بڑا ہی ایمان افروز ہوگا۔ حضرت میاں صاحبؓ احادیث الرسول کے اس بے نظیر انتخاب سے ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو فارغ ہوئے تھے اور بعد میں کتاب چھپ گئی۔ صفحات کی تعداد ۱۴۱ ہے۔

۱۰۔ سیرت طیبہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے متعلق حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے چار نہایت ہی بے نظیر اور ایمان افروز تقریریں سلسلہ احمدیہ کے سالانہ جلسوں کے موقع پر کیں۔ ان میں سے "سیرت طیبہ" پہلی تقریر ہے جو آپ نے ۱۹۵۹ء کے سالانہ جلسہ پر فرمائی اور مارچ ۱۹۶۰ء میں ۸۰ صفحے پر شائع ہوئی۔ اس تقریر میں حضرت میاں صاحبؓ نے اپنے مقدس باپ کی سیرت کے تین نہایت نمایاں اور اہم اور مخصوص پہلوؤں پر ایسے عجیب اور دلآویز طریقے سے روشنی ڈالی ہے کہ ہر احمدی اسے پڑھ کر وجد کرنے لگتا ہے۔ اس تقریر کے تین حصے تھے۔ (۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت الٰہی کے روح پرور واقعات (۲) حضرت مرزا صاحب کے عشق رسول کے محیر العقول نظارے (۳) اور حضرت اقدس کے شفقت علی خلق اللہ کے نہایت ایمان افروز نمونے۔ درحقیقت یہی وہ تین بنیادی خلق ہیں، جو ہر مسلمان کے مذہب کی اصل بنیاد اور اس کے دین کی جان ہیں۔ جن لوگوں نے یہ تقریر سنی ہے وہ اس کے مزے کو کبھی نہیں بھولیں گے۔

۱۱۔ درِّ منثور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے متعلق یہ دوسری تقریر ہے جو حضرت میاں صاحبؓ نے جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء کے موقع پر فرمائی۔ اس میں حضرت میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مطہر اور پاک زندگی کے بعض متفرق واقعات۔ آپ کے بلند اخلاق اور شاندار کردار اور آپ کے روحانی کمالات کے بعض عجیب حالات اپنے مخصوص طرز بیان میں ارشاد فرمائے جو بے حد ذوق و شوق سے سنے گئے۔ یہ تقریر بھی چھوٹی کتابی شکل میں ۳۰ صفحات پر چھپ گئی ہے۔ ان دونوں تقریروں کا عربی اور انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

۱۲۔ درِّ مکنون

یہ تقریر اس سلسلہ کی تیسری کڑی ہے۔ سیرت مسیح پاک پر حضرت میاں صاحبؓ نے یہ تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۶۱ء کے موقع پر ۲۷ دسمبر کو فرمائی۔ اس میں بھی آپ نے حضرت مسیح پاکؑ کے بعض بہت ہی عجیب اور ایمان افروز واقعات و حالات متفرق طور پر بیان فرمائے۔ ان میں سے ہر ایک واقعہ دلآویز اور دلچسپ ہے۔ جمالی اور جلالی دونوں قسم کے واقعات و حالات آپ کو اس تقریر میں ملیں گے جو سبق آموز بھی ہیں اور اثر انگیز بھی۔ یہ تقریر بھی چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ اس کے ۶۰ صفحات ہیں میں نے اپنے کتب خانہ میں بے حد تلاش کی۔ متعدد احمدی احباب سے بھی بہت پوچھا مگر مجھے یہ تقریر کہیں سے نہیں مل سکی۔ حتیٰ نہایت ہی ممنون ہوں مکرمی مولوی عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ مقیم لاہور کا جنہوں نے نہایت مہربانی سے اپنا نسخہ مجھے مرحمت فرمایا۔ جبھی میں اس کے متعلق کچھ لکھ سکا۔

۱۳۔ آئینہ جمال

یہ اس مبارک سلسلہ کی چوتھی اور آخری تقریر ہے جو کہ جیسا کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے ۲۸ر دسمبر ۱۹۶۲ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر فرمائی۔ حضرت میاں صاحبؓ بوجہ بیماری کی نقاہت کے یہ تقریر خود نہیں پڑھ سکے۔ اس لئے مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نہایت پر شوکت آواز میں بڑی روانی و خوبی کے ساتھ حضرت میاں صاحبؓ کی یہ فصیح و بلیغ اور ایمان افروز تقریر پڑھ کر سنائی۔ اس بے نظیر اور پر معارف تقریر کو حاضرین جلسہ نے جس ذوق و شوق اور عقیدت و محبت کے ساتھ سنا اس کی مختصر کیفیت ۵ جنوری ۱۹۶۳ء کے الفضل میں اس طرح بیان کی گئی تھی۔

"حضرت میاں صاحب مدظلہ العالی نے اس بیش بہا تقریر کا عنوان "آئینہ جمال" تجویز فرمایا ہے اور اس کے تحت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مقدسہ کے بعض نہایت ایمان افروز واقعات بیان کر کے حضور علیہ السلام کی جمالی شان کو اس شان سے واضح فرمایا ہے کہ ہزاروں ہزار احباب نور عقیدت اور جوش محبت کے زیر اثر اس آئینہ مقدس پر وارفتگی کے عالم میں جھوم اٹھے۔ ذوق و شوق اور ولولہ عشق کا ایک عجیب منظر تھا جو جلسہ گاہ میں پیدا ہو گیا تھا۔ لوگ کمال درجہ محویت کے عالم میں جمالی شان کی ایک جھلک کے بعد دوسری جھلک کا نظارہ کرنے میں مصروف تھے۔ وہ ہمہ تن گوش بنے ہوئے سن رہے تھے اور وارفتگی کے عالم میں سر دھن رہے تھے لوگوں کی والہانہ کیفیت کا یہ عالم تھا کہ فضا بار بار پر جوش اسلامی نعروں سے گونج اٹھتی تھی۔ اس پر معارف تقریر کا یہ سلسلہ قریباً دو گھنٹے جاری رہا" (الفضل ۵ جنوری ۱۹۶۳ء)

۱۴۔ تربیتی مضامین

یہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کے ۲۳ اعلیٰ پایہ کے بے نظیر تربیتی اور اصلاحی مضامین کا نہایت ہی قابل قدر اور مفید مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو حضرت مکرم نے ستمبر ۱۹۴۹ء سے ۷ر مارچ ۱۹۶۰ء تک

(باقی صفحہ ۴۴)

حجِّ بدل کروانے کے موقع پر

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک نہایت قیمتی مکتوب

ذیل میں سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ وارضاہ کا تحریر فرمودہ ایک نہایت قیمتی مکتوب درج کیا جاتا ہے جو آپ نے خاکسار کو اپنی طرف سے حج بدل کے لئے بھجوانے کے موقع پر تحریر فرمایا تھا۔ یہ مکتوب نہایت بیش قیمت اور زریں ہدایات پر مشتمل ہے جو تمام احمدی احباب اور بالخصوص فریضۂ حج کے لئے جانے والے احباب کے لئے بہت ہی اہم اور ضروری ہیں۔ اس خط سے اس گہری محبت و عشق کا بھی اظہار ہوتا ہے جو حضرت میاں صاحب کے دل میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور ارضِ حرم کے متعلق موجزن تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ان ہدایات کے وصول اور حصول سے پیشتر خاکسار جبکہ حج کے سلسلہ میں دعاؤں میں مشغول تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سیدی میاں صاحب اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ العلیا کی دعاؤں پر مشتمل ایک لمبی تحریر اخبار الفضل میں شائع ہوئی ہے جو موٹے اور نمایاں الفاظ میں ہے اور اس کے ساتھ ہی محترم مکرم برادرم شیخ عبدالقادر صاحب فاضل مربی سلسلہ مقیم لاہور نے بھی کچھ عبارت کا اضافہ فرمایا ہے۔ چنانچہ جس روز حضرت سیدی میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے ربوہ بس کے اڈہ سے مع احباب جماعت ربوہ مجھے حج کے لئے رخصت فرمایا اور خاکسار آپ سے معانقہ اور مصافحہ کر کے آپ کی مستجاب دعاؤں کے بعد احباب سے مل کر رخصت ہونے لگا تھا تو جناب شیخ صاحب موصوف نے رخصت ہونے سے پہلے حضرت اقدس سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حج سے متعلق ایسی بیش قیمت تحریر نقل کر کے دی جو حج کی حقیقت کے بارہ میں حرفِ آخر کا حکم رکھتی ہے وہ درج ذیل ہے۔

(خاکسار: حکیم عبداللطیف شاہد)

"ایسا ہی ایک عبادت حج کی ہے مگر حج ایسا نہیں چاہیئے کہ حرام اور حلال کا جو روپیہ جمع ہوا ہو اس کو لے کر انسان سمندر کو چیرتا ہوا رسمی طور پر حج کر آئے اور کسی جگہ کے کہلانے والے جو کچھ منہ سے کہلاتے جاویں وہ کہہ کر واپس آجاوے (یہ سب کچھ خاکسار اپنی آنکھوں پورا ہوتا دیکھ آیا ہے۔ ناقل شاہد) اور ناز کرے کہ میں حج کر آیا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا جو مطلب حج سے ہے وہ اس طرح پورا نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ سالک کا مرحلہ یہ ہے کہ وہ انقطاعِ نفس کر کے تعشق باللہ اور محبتِ الٰہی میں غرق ہو جائے عاشق اور محب جو سچا ہوتا ہے وہ اپنی جان اور جہان قربان کر دیتا ہے اور بیت اللہ کا طواف اس قربانی کے واسطے ایک ظاہری نشان ہے۔ جیسا کہ ایک بیت اللہ نیچے زمین پر ہے ایسا ہی ایک آسمان پر بھی ہے جب تک آدمی اس کا طواف نہ کرے اس کا طواف بھی نہیں ہوتا۔ اس کا طواف کرنے والا تو تمام کپڑے اتار کر ایک کپڑا بدن پر رکھتا ہے لیکن اس کا طواف کرنے والا انزعِ ثیاب (کپڑے اتار کر۔ ناقل) کر کے خدا کے واسطے ننگا ہو جاتا ہے طواف عشاقِ الٰہی کی ایک نشانی ہے عاشق اس کے گرد گھومتے ہیں گویا ان کی اپنی مرضی باقی نہیں رہی وہ اس کے گرد قربان ہو رہے ہیں۔"

(منقول از بدر ۱۰ جنوری ۱۹۰۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مکرمی و محترمی مولوی عبداللطیف صاحب شاہد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) آپ میری طرف سے فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے ارضِ حرم میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے ذریعہ میری دیرینہ آرزو کو بصورتِ احسن پورا فرمائے اور آپ کے ذریعہ میرے حج کو بہترین برکات کے ساتھ قبول کرے اور مجھے اس کے بہترین ثواب سے نوازے اور آپ کو بھی اس کے ثواب سے حصہ عطا کرے کیونکہ آپ میرے حج کا واسطہ بن رہے ہیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ونرجوا منک خیر الثواب وخیر الدنیا والآخرۃ۔

(۲) جو دعائیں میں نے عزیزم شیخ بشیر احمد صاحب کو عزیز مظفر احمد کی طرف سے حج بدل کرنے کے موقعہ پر لکھ کر دی تھیں ان کو بھی غور سے پڑھ لیں اور انہیں ملحوظ رکھیں۔

(۳) سارا سفر درد و سوز کی دعاؤں میں گذاریں اور سورۃ فاتحہ اور درود پر بہت زور دیں اور اپنے قلب میں رقت اور حضور کی کیفیت پیدا کریں اور ہر وقت یہ تصور رکھیں کہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں اور اس مقدس زمین میں جا رہے ہیں جو خدا کے محبوب کی زمین ہے جس میں صحابہ جیسی مقدس جماعت نے جنم لے کر دنیا کو نور و برکت سے بھر دیا اور رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے بدل دیا۔

(۴) پہلی نظر میں جو آپ کی بیت اللہ پر پڑے اس میں ذکرِ الٰہی کو بلند کرتے ہوئے یہ عرض کریں کہ اے ارضِ حرم اور اے بیتِ عتیق میں تجھے خدا کے عاجز بندے اور مسیح موعود کے ایک نالائق فرزند بشیر احمد کا سلام اور دعائیں پہنچاتا ہوں۔ خدا کا یہ عاجز بندہ اپنی بے شمار کمزوریوں کے باوجود اپنے خالق و مالک اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم اور پھر اس زمانہ میں رسول پاک کے نائب حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ شدید محبت اور عقیدت رکھتا ہے۔ سو اے آسمانی آقا میں تیرے اس بندے کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ تو اس کی کمزوریوں سے درگذر فرما اور اس کا انجام بخیر کر اور قیامت کے دن اسے اس گروہ میں شامل فرما جو تیرے حبیب کی بشارت کے مطابق حساب کتاب کے بغیر بخشش پائے گا اور تیری رضا کا وارث بنے گا اور تو اسے اور اس کی نسل کو ہمیشہ اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھ۔

(۵) جماعتی دعاؤں میں سورۃ فاتحہ اور درود کے علاوہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے بہت دعا کریں۔ حضرت صاحب کی صحت کے لئے اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے لئے اور ام مظفر کے لئے اور عزیز مظفر احمد کی اولاد کے لئے اور میری جملہ اولاد کے لئے اور مرکزی کارکنوں کے لئے اور جماعت کے مبلغین کے لئے اور درویشوں کے لئے اور ربوہ اور قادیان کے لئے اور جماعت کے امراء کے لئے اور حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے لئے اور تمام جماعت کے لئے سارے سفر کے دوران میں اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں درد و سوز کے ساتھ دعائیں کریں۔

(۶) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں عرب قوم اور عالم اسلام کے لئے بھی خاص طور پر دعا کریں کیونکہ ان کے ذریعہ ہمیں اسلام کا ابتدائی نور پہنچا ہے اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو کمزوری کی حالت میں سے نکال کر پھر طاقت اور غلبہ اور روحانی نور کا جلال عطا کرے۔

(۷) جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار کی زیارت حاصل ہو تو اس عاجز کا محبت بھرا اسلام پہنچائیں اور حضور کے مزار مقدس کے سامنے کھڑے ہو کر وہ سب دعائیں دہرائیں جو اوپر لکھی گئی ہیں اور میرا دل حضور کے سامنے رکھ دیں۔

(۸) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ خاندان اور ہمارے ماموؤں اور ان کی اولاد کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ اولاد ذکور و اناث کے لئے بھی خاص دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھے اور جماعت کے لئے مفید بنائے اور ان کو دین کی نمایاں خدمت کی توفیق دے۔ حضرت

خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیکی کی توفیق دے اور غلطیوں کی اصلاح کا رستہ کھولے اور خلافت کے ساتھ مخلصانہ وابستگی نصیب کرے۔

(۹) یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری تمام دعاؤں کو قبول فرمائے اور ان تمام نیک خواہشات کو پورا کرے جو میرے دل میں بچپن سے کہ اس وقت تک وقتاً فوقتاً پیدا ہوئی ہیں اور میرے نفس کو اس طرح اپنی محبت اور تقویٰ کے ذریعہ دھودے کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔ اور مجھے قیامت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب اور حضور کی خوشنودی حاصل ہو اور میرے جملہ عزیز بھی آخرت میں میرے ساتھ رہیں۔

(۱۰) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیک زندگیوں میں برکت دے اور ان کے روحانی فیوض کو لمبا کرے اور جماعت کے نوجوانوں کو توفیق دے کہ ان سے تقویٰ اور روحانیت کا سبق سیکھیں اور نیکی کا دور قیامت تک چلتا چلا جائے۔ الغرض ارض حرم سے اپنی جھولی پوری طرح بھر کر واپس آئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ میرے حج کو بہترین صورت میں قبول کرے اور آپ کو بھی ثواب سے نوازے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

(۱۱) اس کے علاوہ بھی جو نیک دعائیں آپ کو یاد ہوں یا خیال میں آئیں وہ بھی سب کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو بہترین دعاؤں کی توفیق دے۔ الغرض اس سفر میں اور ارض حرم میں مجسم دعا بن جائیں۔ میں نے یہ مختصر نوٹ بیماری کی حالت میں لکھے ہیں مگر جو کچھ میں نے لکھا ہے میرے دل میں اس سے بہت کچھ زیادہ نیک آرزوئیں اور نیک حسرتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے عمل کے مطابق نہیں بلکہ دل کی آرزوؤں کے مطابق مجھ سے سلوک فرمائے آمین۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

والسلام

خاکسار **مرزا بشیر احمد**

ربوہ ۱۹۶۲

نبیوں کے چاند کی یاد میں

مکرم صوفی [illegible] صاحب

جس ٹھنڈی چاندنی میں اک دیس بس رہا تھا
جس میٹھی چاندنی کا میں نے بھی رس لیا تھا
جس کی یہ چاندنی تھی وہ چاند چھپ گیا ہے
اندھیر ہو گیا ہے اندھیرا چھا رہا ہے
تو بھولتا ہے صوفی یہ بات تو نہیں ہے
جس میں ہو گھپ اندھیرا وہ رات تو نہیں ہے
اٹھ دیکھ رات اب بھی کیسی بنی ٹھنی ہے
گو چاند چھپ گیا ہے ویسی ہی چاندنی ہے

بھیجے ہوئے تھے جس کے اسنے بلا لئے ہیں
مرزا بشیر احمد مولا سے جا ملے ہیں

اک اور ستارہ ڈوب گیا

مکرم عبداللہ بخش صاحب تسنیم

چھائی ہے اداسی گردوں پر
نمناک افق با دیدۂ تر
یہ کر گیا کون جہاں سے سفر
روتی ہوئی کہتی ہے یہ صبا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

وہ مہدی پاک کا نور نظر
وہ دُرج نبوت کا گوہر
تھا جس کا لقب نبیوں کا قمر
وہ خلق مجسم اصل تقیٰ
اک اور ستارہ ڈوب گیا

وہ صدر نشین بزم حیا
وہ شیریں زباں وہ شیریں ادا
دل جس کا تھا مہبط نور خدا
وہ صدر صدق و صفا نہ رہا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

دل آتش غم سے ہیں بریاں
آنکھوں کا ابر رکتا ہے کہاں
رہنے کی نہیں اب بند فغاں
فریاد کو روئیں تا بہ کجا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

اک مرد خدا کی جدائی کا
تھا دل میں داغ ابھی تازہ
سینے سے ابھی تھا خوں رستا
کانوں میں فلک سے آئی صدا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

نگران تھا جو درویشوں کا
افسوس وہ ہم سے روٹھ گیا
وہ مست مئے عرفان خدا
ہے خلد بریں میں نغمہ سرا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

مجبور ہے ہر انسان یہاں
تسلیم عبث ہے آہ و فغاں
دنیا میں ہے رنگ دوام کہاں
ہیں موت کی زد میں شاہ و گدا
اک اور ستارہ ڈوب گیا

حضرت عمّو صاحب رضی اللہ عنہ

مکرم صاحبزادہ مرزا اظفر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا ڈھاکہ

حضرت عمو صاحبؓ یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک [illegible] واقعہ ہے۔ یہ گو ہے کہ جس کی مثالیں جماعت میں بہت کم ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات ایسا واقعہ تھی کہ جس سے ساری جماعت ہل گئی۔ اس کے بعد جماعت کے بزرگ آہستہ آہستہ فوت ہونے لگے اور ایک ایک کر کے یہ نام ہماری نظروں سے اوجھل ہونے لگے۔ مگر جماعت کو مجموعی طور پر کبھی یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ ان کی وفات سے ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے کہ جس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ [illegible] میں حضرت ام المومنین کی وفات ہوئی۔ اور دسمبر [illegible] میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی وفات ہوئی۔ مگر جماعت ان دو صدموں کو برداشت کر گئی اور یہ احساس پیدا نہ ہوئی کہ اب کیا ہوگا۔ بہر صورت یہ تین عظیم صدمے ہیں جو کہ جماعت کو پچھلے چھ برس میں پہنچے۔ گو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات ایک لمبی بیماری کے بعد ہوئی۔ اور باوجود اس کے کہ آپ کی علالت کی خبریں اخبارات کے ذریعہ سے جماعت کو ملتی رہیں۔ مگر وفات کی خبر نے ایک ایسا دھکا پہنچایا کہ ہر ایک کی زبان پر تھا کہ اب کیا ہوگا۔ اس کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ حضرت عمو صاحب نے ۱۹۔۔ سے جماعت کے کاموں میں بہت منتظمانہ سے کام کیا اور حقیقی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کا دست راست بن کر دکھا دیا۔ جماعت کے دل میں آپ کے کام کی اہمیت اور آپ کے وجود کی برکات بہ وضاحت عیاں ہو گئیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا بھی ہم طریق رہا ہے کہ ہر ایک ضروری کام آپ کے سپرد فرماتے۔ پچھلے چھ سال کے عرصہ میں جتنا ہم نے دیکھا کہ ہر ایک کام حضور نے آپ کے سپرد کئے۔ آپ نے بھی پوری ذمہ داری سے ان کاموں کو سرانجام دیا۔ اسی طرح جب بھی کسی مشورے کی ضرورت ہوئی تو پہلے آپ ہی کو یاد فرمایا حضور ایدہ اللہ نے۔ یہی بھاری بات ہے کہ تو قریباً سارا کام ہی آپ کے سپرد کر دیا گیا تھا اب تک یہی نظارہ دیکھتا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ جماعت کے ہر ایک فرد کو آپ کے وجود میں ایک نہایت شفیق اور ہمدرد بزرگ نظر آتا تھا۔ وہ اپنی ضروریات

بیان کرتے اور آپ سب کو بڑے غور سے سنتے ان میں سے بعض لوگ ایسے امور میں بھی مشورہ لیتے جن پر غور کرنا ایک عام آدمی کو بھی تو طبیعت اوقات ضائع کرنا ہوتا مگر آپ نے کبھی یہ اظہار نہیں فرمایا کہ آپ کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ بلکہ ساری تفصیل کو سنتے اور پھر جو بھی مشورہ ٹھیک ہوتا دیتے۔ بچے تو خیر رہتے ہیں۔ بچوں سے بھی بہت پیار سے ملتے اور جب بھی کوئی بچہ آپ کے پاس جاتا تو آپ کام کرتے ہوئے بھی اٹھتے اور الماری کھول کر اس میں سے کچھ کھانے کی چیز نکال کر دیتے۔ بچے وہ چیز لے کر چلا جاتا مگر کھانے کے بعد پھر حاضر ہو جاتا اور آپ اسی طرح اسے اچھے کچھ دے کر نکال کر دیتے مگر یہ کبھی نہ کہتے کہ مجھے تنگ نہ کرو۔ یہ دستور آپ کا آخری عمر تک رہا۔

حضرت ام المومنین سے آپ کو خاص محبت تھی . . . . ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے۔ جب تک قادیان میں رہے آپ کا دستور تھا کہ شام کا کھانا حضرت اماں جان کے پاس بیٹھ کر کھاتے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر آپ گھر جاتے بلکہ حضرت اماں جان کے پاس جا بیٹھ جاتے اور اپنے گھر کا کھانا بھی وہیں منگوا لیتے اور پھر کھانا کھا کر اور عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے گھر جاتے۔ جب کبھی حضرت ام المومنین بیمار ہو جاتی ہوتیں۔ تو یا تو کسی کے ذریعہ آپ کی طبیعت پوچھا لیتے اور یا پھر خود چلا آ جاتے ہر نیا پھل یا نئی چیز جو آتی آپ پہلے ان کو بھجواتے۔ حضرت اماں جان کو بھی آپ سے بہت محبت تھی اور وہ پیار سے انہیں "میرا بشیر" کہہ کر ان کا ذکر کرتیں۔ جب کبھی حضرت اماں جان باہر جاتیں تو حضرت عمو صاحب کی یہی خواہش ہوتی کہ وہ جلدی واپس آ جاویں۔ قادیان میں رہتے کا آپ کو بہت خیال رہتا تھا۔ بہت کم باہر جانا یا باہر رہنا پسند فرماتے کبھی مجبوری سے باہر جانا پڑتا تو یہی سوچتے کہ کب واپس جاؤں گا گرمی کے موسم میں لوگ پہاڑوں وغیرہ پر چلے جاتے ہیں۔ مگر آپ قادیان ہی میں رہتے۔ بعض دفعہ تو یہ ہوتا کہ حضرت مسیح موعود کے خاندان کے آپ واحد فرد ہوتے جو کہ قادیان میں رہ جاتے تھے۔ حضرت عمو جان کی طبیعت بہت حساس تھی مگر باوجود اس کے آپ بیٹھے

درگذر فرماتے۔ اگر کبھی ناراضگی بھی ہوتی تو ایسے رنگ میں اظہار فرماتے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ دراصل اس کا مقصد بھی اظہار تعلق ہوتا۔ نہ کہ ناراضگی ہوتا۔ ایک دفعہ ایک صاحب ربوہ گئے اور باوجود اس کے کہ ان کا ارادہ تھا حضور کے پاس جانے وغیرہ کا آپ سے خاص تعلق تھا آپ سے مل کر نہ گئے ان کے جانے کے بعد حضرت عمو صاحب نے ایک خط میں لکھا کہ فلاں شخص آئے تھے مگر خیریت چلے گئے۔ اور آگے فرمایا کہ شاید انہوں نے جو میرا تعلق ان کے بھائی اور خسر سے تھا وہی کافی سمجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے تعلقات کو نبھانے کا کتنا خیال تھا اور جب ناراضگی بھی فرمائی تو کیسے لطیف طریقہ سے۔ خطوط کے جواب میں بہت مستعد تھے ہر خط کا جواب دیتے اگر خود جواب نہ دے سکتے تو اپنے سیکرٹری سے لکھوا دیتے۔ یہ دستور آپ کا شدید بیماری میں بھی رہا۔

میری آخری ملاقات آپ سے عزیزہ طلعت کی وفات پر ہوئی۔ عزیزہ طلعت جب فوت ہوئیں تو آپ کی طبیعت بہت خراب تھی۔ جنازہ ربوہ جب پہنچا تو آپ کی شدید خواہش تھی کہ جنازہ میں شامل ہوں مگر طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ڈاکٹروں کا مشورہ یہی تھا کہ آپ اپنے بستر سے بھی نہ اٹھیں۔ کجا یہ کہ باہر جا کر جنازہ میں شامل ہوں۔ مگر آپ بار بار جنازہ میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کرتے۔ بالآخر ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ ڈاکٹری مشورہ یہی ہے کہ آپ شامل نہ ہوں۔ ورنہ سخت مضر ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے ہمارے ایک عزیز کے ذریعہ سے مجھے پیغام بھجوایا کہ میری تو جنازہ میں شامل ہونے کی بہت خواہش تھی مگر ڈاکٹر اجازت نہیں دیتے اور اگر میں شامل نہ ہو سکوں تو مجھے کوئی نہیں کہے گا کہ [illegible] دو کندھا دے گا۔ اللہ اللہ کیا مقام ہے۔ اس بیماری میں بھی جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اپنے ایک عزیز کا اس قدر خیال۔ اب جب بھی میں اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو دل بھر آتا ہے۔ عزیزہ طلعت کے جنازہ کے بعد جب ہم آپ سے ملنے گئے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور بار بار صبر کی تلقین فرماتے کہ تم نے خدمت کا تو اچھا پایا۔ اب اللہ تعالیٰ سے صبر کا بھی اچھا پاؤ۔ اس ملاقات کے بعد ہمارے

ہیں آپ ہم سے باتیں بھی کرتے جاتے اور دعائیں بھی ساتھ ساتھ جنازہ والوں کے لئے پڑھتے جاتے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں سخت بیمار ہوں اور میرے بارہ میں بعض لوگوں نے خوابیں بھی دیکھی ہیں اور بعض اپنی خوابوں کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔ ہم لوگ ہر روز آپ سے ملنے جاتے رہتے اور ہر ملاقات میں آپ ہمیں تسلی دیتے۔ ڈھاکہ کے لئے چلنے سے پہلے آپ نے پھر وہی صبر کی تلقین فرمائی اور ہر ایک سے بڑے تپاک سے سب بچوں کو پیار کیا مگر دل میں شاید خیال تھا کہ ایک آواز یہ بھی رہی تھی کہ اس مقدس وجود سے یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ بالآخر وہی ہوا جو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں تھا۔ ڈھاکہ میں اخبار الفضل دیر سے آتا ہے۔ اس لئے آپ کی ابتدائی شدید بیماری کا علم نہ ہوا پہلی خبر جو ہمیں ملی وہ پہلی تاریخ کو تھی۔ ایک تار مرزا منیر احمد صاحب کی طرف سے ملی کہ آپ کو ۱۰۰ بخار ہے اور بے ہوشی کی حالت ہے۔ اسی وقت ٹیلیفون کی کال بک کی۔ گیارہ بجے رات فون ملی۔ اس میں مرزا طاہر احمد صاحب نے بتایا کہ بخار کم ہو گیا ہے مگر حالت خطرناک ہے۔ فون کے ختم ہونے سے پہلے ہم نے خوب تاکید کر دی کہ آپ کی طبیعت کے بارہ میں ضرور صبح تار دیدیں۔ اگلے دن جب تار نہ ملی تو خیال ہوا کہ طبیعت سنبھل گئی ہوگی مقام شکر ہے۔ اسی پریشانی میں ہم سو گئے۔ رات کے ایک بجے فون کی گھنٹی بجی اٹھ کر فون پر گیا تو آپریٹر نے بتایا کہ ربوہ سے کال آئی ہے یہ الفاظ سن کر دل بیٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک خادم بولا۔ اس نے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے بھائی صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب شام کو وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور آپ کا جنازہ ربوہ سے گئے ہیں یہ خبر سن کر آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا۔ اور کچھ دن آگا ایسی حالت تھی کہ باقی گھر والوں کو بھی یہ خبر نہ بتا سکتا تھا۔ سب لوگ جو پاس کھڑے تھے انہوں نے اندازہ کر لیا کہ کیا ہوا یہ خبر سن کر عزیزہ طلعت کا صدمہ بھی تازہ ہو گیا اور کچھ سمجھ نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسی قدر طبیعت سنبھلی تو یہ سوچا کہ اب کیا کیا جاوے۔ ان دنوں چونکہ میں دفتر میں اکیلا ہی تھا۔ اس لئے میرا جانا ممکن نہ تھا۔ مگر عزیزم مرزا حمید احمد اور عزیزہ زرت الحفیظ بیگم اور ان کے بچے جو کہ ہمارے پاس ٹھہرے ہوئے تھے سب تیار ہو گئے۔ اسی وقت پی آئی اے کے آفس میں جا کر سیٹیں بک کروائیں اور پھر تیاری میں لگ گئے ان کو روانہ کرتے وقت مجھے یہی خیال رہا کہ کسی طرح ربوہ پہنچ کر ان کو تو موقعہ مل جاوے مگر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی مجھے یہ رنج ہمیشہ رہے گا کہ ایسے مشفق اور مہربان

(باقی صفحہ ۔۔۔ پر)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری علالت

محترم جناب ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب (لاہور)

میں اسے اپنے لئے سعادت عظمیٰ سمجھتا ہوں کہ مجھے مسلسل کئی سال تک ابتداءً حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری کے ایام میں کچھ خدمت کرنے اور علاج میں حصہ لینے کی توفیق ملتی رہی۔ آخری بیماری کے دنوں میں تو مسلسل کئی ہفتے قریب رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

احباب کو علم ہے کہ کئی سال سے حضرت میاں صاحبؓ کی صحت تسلی بخش نہیں تھی۔ تقریباً بیس سال ہوئے آپ پر دل کی بیماری کا ایک شدید حملہ ہوا تھا۔ اس وقت آپ نہایت خطرناک حالت سے گذرے اور کئی ہفتے صاحب فراش رہے۔ اس کے بعد گو آپ صحت یاب تو ہو گئے مگر دل کی حالت پوری طرح صحت والی نہ ہوئی۔ اس کے علاوہ جوڑوں کی درد (GOUT) کی بہت پرانی تکلیف تھی جس کے حملے اکثر ہوتے رہتے تھے۔ پھر ۸-۹ سال سے ذیابیطس (DIABETES) کا مرض بھی لاحق ہو گیا تھا۔ ان تمام عوارض کی وجہ سے پچھلے ۶-۷ ماہ کے بعد آپ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ دل کی کمزوری کی وجہ سے آپ کو کبھی تنفس کی تنگی یا دل کی درد (ANGINA) کا دورہ ہو جاتا تھا۔ کبھی خون کا دباؤ بڑھ کر پریشانی اور بے خوابی کا باعث بن جاتا تھا۔ پھر کبھی CONGESTIVE FAILURE کی وجہ سے پاؤں وغیرہ پر ورم ہو جاتا تھا۔ یہ دورے اکثر کثرت کار یا جماعتی تفکرات کی وجہ سے ہو جاتے تھے۔ اور کچھ آرام اور علاج سے حالت بہتر ہو جاتی تھی۔ علاج اور آرام کے لئے آپ اکثر لاہور تشریف لے آتے تھے۔ گو یہاں مجبوراً ٹھہرتے تھے اور جلد ربوہ واپس جانے کی کوشش فرماتے تھے۔

موجودہ بیماری کا حملہ جون کے وسط کے قریب ہوا تھا۔ جون کے شروع میں لمبی [illegible] کے [illegible] سے واپس آیا تو ربوہ جا کر حضرت میاں صاحب کو ملا۔ اس وقت آپ کی صحت کافی حد تک اچھی تھی۔ میری موجودگی میں آپ چل پھر کر کام کرتے رہتے تھے اور اپنے دفتر کے کارکنوں کو چٹھیاں لکھواتے رہتے تھے۔

چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ پہلے عوارض پھر عود کر آئے ہیں اور اس کے علاوہ رات کے وقت کثرت پیشاب کی تکلیف بھی شروع ہو گئی۔ آپ کو دیکھنے کے لئے دو ڈاکٹر صاحبان ربوہ گئے۔ تشخیص کی گئی کہ کثرت پیشاب پراسٹیٹ (PROSTATE) یعنی مثانہ کے اندرونی غدود کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہے۔ اور آپ کو مشورہ دیا گیا کہ اپریشن کے لئے فوراً لاہور آجاویں۔

اس فوری اور اچانک اپریشن کے مشورہ کے نتیجہ میں آپ کو گھبراہٹ اور بے خوابی شروع ہو گئی اور چند دنوں میں یہ تکلیف شدید صورت اختیار کر گئی۔ جون کے آخر میں آپ کو تشخیص اور علاج کے لئے لاہور آنا پڑا۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو کافی کمزور تھے۔ بہت بے چینی تھی۔ اور جسم اور ہاتھ کانپتا رہتا تھا۔

آپ کو دیکھنے کے لئے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ بلایا گیا جس میں فزیشن اور سرجن دونوں شامل تھے۔ جناب کرنل ملک۔ کرنل عطاء اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مسعود احمد سرجن میو ہسپتال۔ کرنل محمود الحسن سرجن ملٹری ہسپتال۔ ڈاکٹر محمد افتخار خان فزیشن میو ہسپتال۔ ڈاکٹر محمد رشید صاحب چوہدری اور خاکسار اس مشورہ میں شامل تھے۔

خون اور ایکس رے (X-RAY) وغیرہ ٹیسٹ کئے گئے اور پروسٹیٹ کو دوبارہ دیکھا گیا۔ اس مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ چونکہ پروسٹیٹ کوئی زیادہ بڑھا ہوا نہیں اور بہت سی علامات اعصابی بے چینی (ANXIETY NEUROSIS) کی وجہ سے ہیں اس لئے اپریشن کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ دوائیوں سے علاج کرنا بہتر ہوگا۔ سو مناسب دوائیاں اور ضروری ہدایات تجویز کی گئیں۔ کچھ علاج کے نتیجہ میں اور کچھ اپریشن کی بلا ٹل جانے کی وجہ سے عوارض میں نسبتاً افاقہ ہوا۔

ان دنوں گرمی ہو رہی تھی، مشورہ ہوا کہ آپ کچھ ہفتے کسی ٹھنڈی جگہ تشریف لے جا کر آرام فرماویں۔ اور علاج جاری رکھیں۔ اس کے لئے گھوڑا گلی کا مقام تجویز ہوا جو کہ مری کے نزدیک اور اس سے کم بلندی پر واقع ہے۔ پہلے تو حضرت میاں صاحب وہاں جانے پر رضامند نہیں تھے مگر ہمارے زور دینے پر آمادہ ہو گئے۔ چونکہ اکیلا جانے میں آپ کو گھبراہٹ تھی میں نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ گھوڑا گلی جاؤں گا اور کچھ وقت ساتھ رہوں گا۔ اس سے آپ کو اطمینان ہو گیا۔ ہم ۲۴ جولائی کو کار میں لاہور سے روانہ ہوئے۔ میں حضرت میاں صاحب کے ساتھ کار میں تھا۔ راستہ میں جہلم ڈاک بنگلہ میں دوپہر کے وقت آرام فرمایا۔ جس کے دوران ملاقات کے لئے آئے ان سے بیٹھ کر گفتگو فرماتے رہے۔ رات راولپنڈی میں ٹھہر کر صبح گھوڑا گلی کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں راولپنڈی کے احباب کی خواہش پر مری روڈ پر احمدیہ مسجد کے سامنے کار کھڑی کر کے دعا فرمائی۔ ہم پہلے پہر ہی گھوڑا گلی پہنچ گئے۔ آپ کی رہائش کا ایک پرفضا جگہ تھی آپ نے اسے پسند فرمایا۔ میں وہاں آپ کے ساتھ ۴-۵ دن ٹھہرا۔ اس عرصہ میں آپ کی طبیعت نسبتاً بہتر تھی۔ کسی حد تک بے خوابی اور کمزوری تھی اور کبھی کبھی گھبراہٹ ہو جاتی تھی مگر عموماً طبیعت پرسکون رہتی۔ ایک دن راولپنڈی سے چند دوست ملاقات کے لئے آئے ان سے مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ سامنے سینیٹوریم کے ڈاکٹر اور سول سرجن مری آپ کو دیکھنے آئے اور انتظام کیا گیا کہ وہ آپ کو باقاعدگی سے دیکھتے رہیں گے۔ میں چند دن رہ کر واپس آ گیا۔ آنے کے چند دن بعد رپورٹ ملنی شروع ہو گئی کہ حضرت میاں صاحبؓ کو پھر بے چینی کی تکلیف زیادہ ہو گئی ہے اور رات کے وقت خصوصاً گھبراہٹ زیادہ ہو جاتی ہے۔ پروگرام تو یہ تھا کہ آپ کم از کم ۴-۵ ہفتے وہاں قیام فرماویں مگر اس گھبراہٹ کی وجہ سے ۱۹-۲۰ دن رہنے کے بعد ہی آپ لاہور تشریف لے آئے اور ۱۸ یا ۱۹ اگست کو واپس یہاں پہنچے۔

پھر دوسری مرتبہ ڈاکٹری مشورہ ہوا۔ علاج کا دوبارہ جائزہ لیا گیا۔ بعض نئی دوائیں تجویز ہوئیں۔ مشورہ میں ڈاکٹر محمد افتخار۔ ڈاکٹر محمد رشید چوہدری۔ کرنل عطاء اللہ صاحب شامل تھے۔ اور اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً مشورہ ہوتا رہا۔

ان دنوں حضرت میاں صاحبؓ کو بے چینی کی تکلیف اکثر رہا کرتی تھی۔ اور یہ خصوصاً دوپہر کے بعد اور رات کے پہلے حصہ میں زیادہ ہوتی تھی۔ شام ہوتے ہی ایک کرب کی سی حالت ہوتی تھی۔ ایسے وقت میں اکیلے نہیں رہ سکتے تھے۔ چاہتے تھے کہ عزیز پاس رہیں۔ اکثر فرماتے تھے کہ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی تکلیف کی وجہ سے سب کو بے آرام کرتا ہوں۔ چھوٹی اور معمولی سی بات بھی آپ کی پریشانی کا باعث بن جاتی تھی۔ مگر عجیب بات ہے کہ آپ کے پرانے عوارض میں سے کوئی عارضہ عود کر کے جاری تشویش کا باعث نہیں ہوا۔ بلڈ پریشر (خون کا دباؤ) نبض اور دل کی عام حالت تسلی بخش رہی۔ میں آپ کو دیکھنے کے لئے صبح شام دن میں دو دو دفعہ حاضر ہوتا۔ جب تکلیف زیادہ ہوتی تو بعض اوقات ۳-۴ دفعہ بھی جاتا۔ بے چینی کے وقت آپ کی خواہش ہوتی کہ میں زیادہ دیر آپ کے پاس بیٹھوں۔ اس سے بھی آپ کو کچھ سکون ہوتا۔ اکثر دست مبارک بڑھا دیتے اور ارشاد فرماتے کہ میں نبض دیکھوں۔ اکثر دفعہ میں جانے کا ارادہ کرتا تو فرماتے چند منٹ اور بیٹھیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ احساس کرتے ہوئے کہ میں دیر سے بیٹھا ہوا ہوں جانے کی اجازت فرماتے مگر ضرور پوچھتے کہ آپ صبح آئیں گے۔ پھر خادموں کو حکم تھا کہ جب میں صبح آؤں اور آپ سوئے ہوئے ہوں تو بھی آپ کو جگا دیا جاوے۔ ایک دو دفعہ رات کو بے چینی کی وجہ سے جگانا مناسب نہ خیال کیا تو خادموں پر ناراض ہوئے کہ آپ کو کیوں اطلاع نہیں دی۔

ان گھبراہٹ کے دنوں میں بھی دوست ملنے کے لئے آجاتے تھے۔ بعض عیادت کیلئے اور بعض اپنے کاموں میں مشورہ کے لئے۔ باوجود بے چینی کے بھی کوشش فرماتے کہ ان کو مل لیں۔ اگر بہت زیادہ تکلیف ہوتی تو کہلا بھیجتے کہ تکلیف ہے دعا کریں۔

اکثر جب آپ کو بلڈ پریشر اور نبض وغیرہ دیکھنے کے بعد بتایا جاتا کہ وہ نارمل ہیں تو فرماتے کہ آپ کہتے ہیں سب نارمل اور ٹھیک ہے مگر میں تو محسوس کرتا ہوں کہ اب میرے اندر کچھ باقی نہیں رہا۔ پھر ان دنوں بہت فکر کے ساتھ ذکر فرماتے کہ آپ کو بہت منذر خوابیں آتی ہیں اور آپ کا وقت نزدیک ہے۔ پھر کئی وغیرہ فرمایا کرتے۔ اس طرح کی خواب ربوہ سے چلتے وقت گھوڑا گلی اور لاہور رہتے آتی رہی۔ پھر ہر بار موجودگی

میں میاں مظفر احمد صاحب کو فرمایا کہ "مظفر آپ ڈاکٹروں کی باتوں پر نہ جائیں اب مجھ میں کچھ باقی نہیں اور میں نے منذرات خوابیں دیکھی ہیں۔" ایک دفعہ فرمایا کہ اب میری عمر ۸۰ سے زائد ہو چکی ہے۔ لیکن موت سے نہیں ڈرتا۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔

ہمارے اور بعض دوسرے دوستوں نے کئی دفعہ عرض کیا کہ خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ مگر ظاہر تھا کہ اس بات کا آپ پر اثر نہیں تھا۔ آپ کو اپنی موت کے قریب ہونے کا پورا یقین تھا۔

ہمیں معلوم ہوا کہ ایک انگریز ڈاکٹر اعصابی امراض کا ماہر NEUROPHYSICIAN ڈاکٹر ملر (MILLER) آسٹریلیا جاتا ہوا لاہور ایک دو دن کے لئے آیا ہوا ہے اس سے مشورہ لینے کی تجویز ہوئی۔ چنانچہ ۲۸ اگست کو بعد دوپہر وہ حضرت میاں صاحب کو دیکھنے کے لئے آیا۔ آپ کے تمام معالج بھی موجود تھے۔ آپ نے خود اپنی بیماری کے تمام حالات اور نوٹ ترتیب وار لکھوائے ہم نے اس کو بیماری کی تمام سرگزشت سنائی اور حضرت میاں صاحب والے نوٹ بھی دکھائے پھر اس نے آپ سے خود بھی حالات سنے اس نے آپ کے کام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں زیادہ تو تصنیف اور لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ آپ کی آخری تصنیف کونسی ہے آپ نے فرمایا "فیملی پلاننگ کے متعلق"۔ اس نے ہنس کر پوچھا کہ اس کے حق میں یا اس کے خلاف۔ تو آپ نے فرمایا کہ بعض حالات میں اس کے حق میں اور بعض حالات میں اس کے خلاف۔

تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد اس کی رائے تھی آپ کی اعصابی تکلیف جس کو یہ طبی اصطلاح میں INVOLUTIONAL DEPRESSION کہتے ہیں کی وجہ سے ہے۔ اس میں عموماً NEUROSIS DEPRESSION یعنی افسردگی اور چپ چاپ رہنے کی کیفیت ہوتی ہے مگر ذی رتبہ اور ذہین مریض جب اس افسردگی کو غیر شعوری طور پر دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بے چینی اور گھبراہٹ کی علامات زیادہ نمایاں ہو جاتی ہیں۔

بہر حال اس کا خیال تھا کہ کوئی وجہ نہیں کہ میاں صاحب اس تکلیف سے صحت یاب نہ ہوں۔ حضرت میاں صاحب کے سامنے اور علیحدگی میں ہمارے پاس بھی اسی رائے کا اظہار کیا۔ اس نے وثوق سے کہا کہ چند ہفتوں میں بہتری کا آغاز ہو جائے گا اور امید ہے کہ ۲-۳ ماہ کے اندر آپ اس NEUROSIS کے حملہ پر غالب پا جائیں گے۔ سو اس انگریز ماہر کی رائے بھی ہماری رائے کے عین مطابق تھی کہ آپ کا اعصابی مرض گو تکلیف دہ ہے مگر خطرناک نہیں ہے۔ اس نے چند ایک دوائیاں لکھیں وہ لاہور سے دستیاب نہ ہو سکیں۔ اسی دن انگلستان سے بذریعہ کیبل گرام ان کے منگوانے کے لئے آرڈر بھیجے گئے۔ ان حالات میں ہم مطمئن تھے۔

انسان بعض دفعہ بڑے زور شور سے تدبیر کر رہا ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ کامیابی کے قریب ہے مگر تقدیر اس کی بے خبری اور لاعلمی پر خنداں ہوتی ہے۔ ہم کو کیا علم تھا کہ اب بیماری کا ایسا طوفانی دور شروع ہونے والا ہے کہ جس میں ہمارا یہ محبوب اور قیمتی وجود ہم سے ہمیشہ کے لئے چھین لیا جائے گا۔

دوسرے دن ہی یعنی ۲۹ اگست کو صبح کو آپ کو معمولی سی حرارت ہو گئی ۹۹° کے قریب۔ پہلے بھی کبھی ایسا ہو جاتا تھا۔ اس کے لئے دوائی دی گئی مگر شام کو ٹمپریچر قدرے زیادہ ہو گیا یعنی ۱۰۰°۔ رات کو کچھ دوائی کی وجہ سے یا کچھ حرارت کی وجہ سے غنودگی سی رہی۔ بخار کے لئے مزید دوائی دی گئی۔

۳۰ اگست کی صبح کو بجائے کمی کے بخار کچھ اور زیادہ تھا۔ چھاتی میں کچھ CONGESTION کی علامات تھیں۔ پھر مشورہ ہوا۔ خون ٹسٹ کروایا گیا جس سے چھاتی کی INFECTION کی تصدیق ہوئی مزید دوائیاں اور INJECTION انجکشن دئے گئے مگر اس کے باوجود رات کو بخار ۱۰۱° کے قریب تھا۔ ۳۱ اگست کی صبح کو حرارت ۱۰۰-۱۰۲° کے درمیان تھی اور غنودگی کی حالت تھی۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا پروگرام راولپنڈی سے شام کو آنے کا تھا مگر بخار کی زیادتی کی اطلاع ملنے پر ۱۲ بجے دن کے وقت ہی وہ پہنچ گئے۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ "مظفر آپ آگئے" [illegible] سارا دن ٹمپریچر کو بڑھنے سے روکنے کے لئے جسم پر پانی اور برف سے مالش جاری رہی۔ رات کو ایک پرائیویٹ نرس خدمت کے لئے رکھی گئی اور اس کو ہدایت تھی کہ ٹمپریچر ۱۰۱-۱۰۲° سے بڑھنے نہ پاوے اور اگر کوئی نئی علامت اور پیچیدگی ہو تو مجھے اطلاع دے۔ رات تو مجھے نہیں بلایا گیا مگر فجر کی نماز کے فوراً بعد (مورخہ یکم ستمبر) اطلاع آئی کہ حضرت میاں صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے میں گیا تو ٹمپریچر زیادہ تھا۔ آپ پوری طرح بے ہوش تھے آپ بلغم اور ہوا کی نالیوں کی رطوبت باہر نہیں نکال سکتے تھے۔ اس لئے سانس میں کافی تنگی اور رکاوٹ تھی۔ اسی وقت بلغم نکالنے کے لئے ہسپتال سے ELECTRIC SUCKER کے منگوانے کا انتظام کیا گیا اور اس سے آپ کی سانس کی نالیوں کو صاف کیا گیا اور ناک کے رستے آکسیجن دینا شروع کی گئی مگر ہمارے دیکھتے دیکھتے ٹمپریچر ۱۰۳° پھر ۱۰۵° اور ۱۰۶° ہو گیا اور جلد ہی ۱۰۷° کے قریب پہنچ گیا۔ یہ بغل کا ٹمپریچر تھا جبکہ اندرونی حرارت اس سے ۱-۲ ڈگری زیادہ ہوتی ہے اس کا مطلب ہے آپ کا ٹمپریچر ۱۰۸° کے قریب ہو گا۔ اس کو کم کرنے کے لئے جسم کو برف سے ڈھانپ کر ٹھنڈے کپڑوں سے نہایت تیزی سے رگڑا گیا۔ ۱½ یا ۲ گھنٹے ایسا کرنے کے بعد ٹمپریچر کم ہونا شروع ہوا اور دوپہر تک تقریباً ۱۰۱° تک آگیا۔ اس کے کم ہونے پر غنودگی اور بے ہوشی بھی قدرے کم ہوئی۔ آواز دینے پر آپ آنکھیں کھولتے اور کچھ بولنے کی کوشش فرماتے سر میں گرانی کی شکایت کی۔ ایک دفعہ اپنے خادم بشیر کو بھی بلایا اور مجھے بھی یاد فرمایا۔

آپ کی نہایت درجہ تشویشناک حالت کے مدنظر دن میں کئی دفعہ مشورہ کیا جاتا اور بدل بدل کر بہت سی دوائیاں استعمال کی گئیں۔ پانی اور کچھ غذا معدہ میں نالی ڈال کر دینی شروع کی گئی۔ شام کے وقت برف کے بغیر آپ کا ٹمپریچر ۱۰۲° تھا۔ سانس کی حالت کافی بہتر تھی۔ رات بھر یہی حالت رہی ۲ ستمبر کی صبح کو تنفس میں پھر کچھ تنگی اور تیزی تھی اور حرارت بھی کچھ زیادہ ہو گئی۔ اور گردن میں قدرے اکڑاہٹ۔ آپ کی چھاتی کا (X-RAY) لیا گیا جس سے نمونیہ اور پھیپھڑوں کی INFECTION کی مزید تصدیق ہوئی۔ خون بھی ٹسٹ کیا گیا اکڑاہٹ کے مدنظر LUMBAR PUNCTURE کیا گیا اور CEREBRO-SPINAL FLUID بھی نکالا گیا وہ بالکل صاف تھا اور اس طرح MENINGITIS یعنی دماغ کی جھلی کی سوزش کا شک بھی رفع کیا گیا۔ مگر حالت بگڑتی گئی۔ اس وقت اور ڈاکٹروں کو بھی مشورہ میں شامل کیا گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب بھی آپ کو دیکھنے کے لئے آئے۔

باوجود تمام کوششوں کے سانس کی تکلیف اور غنودگی بڑھتی گئی۔ بالآخر لاکھوں کے کان میں مغرب کی اذان ختم ہوئی ہی تھی اور نماز مغرب ہو رہی تھی کہ سانس رک گیا ایک دو کوششیں مصنوعی تنفس کی بھی کی گئیں مگر بے سود۔

جس بلاوے کا آپ کئی ہفتوں سے انتظار فرما رہے تھے وہ آگیا تھا اور آپ اپنے مولا کی آغوش رحمت میں پہنچ چکے تھے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

حضرت میاں صاحب کی بیماری طبی لحاظ سے کئی وجہ سے غیر معمولی اور اس کا انجام غیر متوقع تھا۔ عموماً آپ کے پرانے عوارض کی وجہ سے خطرہ رہتا تھا کہ کسی وقت دل کی کسی پیچیدگی کی وجہ سے آپ کی حالت خدانخواستہ نہ ہو جاوے مگر اس آخری مرض میں دل کی حالت آخر تک تسلی بخش رہی۔ آپ کی گھبراہٹ اور بے چینی جو کہ NEUROSIS کی وجہ سے تھی پریشان کن اور تکلیف دہ ضرور تھی مگر اس سے جان کو خطرہ کا امکان نہیں تھا۔

آپ کی وفات کے ۴۸ گھنٹے پہلے بھی وہم و گمان نہیں تھا کہ آپ کی وفات اس قدر نزدیک ہے۔ آپ کی وفات نمونیہ، پھیپھڑوں کی INFECTION اور تیز بخار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جو کہ عام حالات میں علاج اور خصوصاً موجودہ ANTIBIOTICS علاج سے آسانی سے قابو میں آجاتی ہیں مگر باوجود تمام کوششوں کے کوئی دوائی ذرہ بھر اثر پذیر نہیں ہوئی۔

یہ تمام باتیں ہمیں اس نتیجہ پر مجبور کرتی ہیں کہ آپ کی وفات اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ اور تقدیر مبرم تھی جو اس کی مشیت کے مطابق ہو کر رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربك ذوالجلال والاکرام۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے اخلاق عالیہ

اور

آپ کی زندگی کے آخری ایام کے بعض واقعات

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی ہیڈ کلرک نظارت خدمت درویشاں ربوہ

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ماتحت کئی سال تک نظارت خدمت درویشاں میں کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعض احباب کے تقاضا پر میں چند ایسے واقعات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جو حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارفع و اعلیٰ مقام، پاک سیرۃ، اخلاق فاضلہ اور صفات حمیدہ کے آئینہ دار ہیں غالباً اکتوبر ۱۹۵۹ء میں نظارت خدمت درویشاں میں متعین ہوا۔ جس پر اب قریباً چار سال ہونے کو ہیں۔ اس مختصر عرصہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دفتری امور کی سرانجام دہی کے سلسلہ میں بکثرت حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

بسم اللہ لکھنے کا اہتمام

میرے اس دفتر میں آنے سے چند ماہ قبل تک آپ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کی بلڈنگ میں اپنے دفتر میں باقاعدہ تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر جب سے آپ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ آپ دفتری کام اپنے مکان پر ہی سرانجام دینے لگے۔ آپ نے وہاں ایک کمرہ دفتر کے نام سے مخصوص کر رکھا تھا۔

ایک مرتبہ میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر دفتر کی ڈاک لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے کام کے اختتام پر فرمایا کہ میرے قلم کا خط خراب ہو گیا ہے۔ آپ مجھے بازار سے کوئی اچھا سا قلم خرید کر لا دیں۔ چنانچہ میں بازار سے دو قلم خرید کر لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے ایک کاغذ پر باری باری ہر قلم سے کچھ لکھا اور ایک قلم پسند فرمایا اور مجھے اس قلم کی نوک بھی دکھائی۔ جب میں نے کاغذ دیکھا تو اس پر کئی مرتبہ "بسم اللہ" لکھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جب کبھی بھی نیا قلم خرید کیا ہے تو اس سے سب سے پہلے "بسم اللہ" ہی لکھی ہے۔ جب قلم کا خط اور روانی دیکھنے کے لئے کچھ لکھنا چاہتا ہوں تو بجائے کچھ اور لکھنے یا یونہی لکیریں ڈالنے کے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اسے اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔

اسی طرح قافلہ قادیان کے سلسلہ میں جو خطوط سرکاری دفاتر کو انگریزی میں بھجوائے جاتے ان کے بارہ میں آپ نے دفتر کو مستقل ہدایت دے رکھی تھی کہ اس کے ابتداء میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم" لکھا جائے اور جہاں مخاطب کیا جائے۔ وہاں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھا جائے۔ چنانچہ دفتر کی طرف سے اس کی پوری پابندی کی جاتی رہی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

ایک مرتبہ حضرت میاں صاحبؓ نے مجھے ایک مسودہ املاء کروایا۔ اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے جلدی میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی بجائے صرف صلعم لکھ دیا۔ دستخط کرتے وقت فرمایا کہ "صلعم" لکھنا ناپسندیدہ ہے جب آنحضرت طویل وعریض عبارتیں لکھی جا سکتی ہیں تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ہی تخفیف کا خیال آجاتا ہے۔ پھر اپنے قلم سے صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیا چنانچہ اس کے بعد میں نے پھر کبھی "صلعم" نہیں لکھا۔ اس موقعہ پر آپ نے مزید فرمایا کہ مجھے انگریزی میں محمد کا مخفف Md. بھی سخت ناپسند ہے اور مجھے Mohd. لکھا ہوا دیکھ کر ہمیشہ بہت افسوس اور رنج پہنچتا ہے معلوم نہیں کس نے یہ مکروہ ایجاد کی ہے۔ اور تخفیف کا سارا زور حضرت "محمد" کے نام پر ہی صرف کر ڈالا ہے۔

ایک دفعہ حضرت میاں صاحب نے بیرون پاکستان کے مبلغین کو دفتر کے مطبوعہ پیڈ کی بجائے سفید کاغذ پر خطوط لکھوائے۔ میں نے ان کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ والصلوٰۃ والسلام علی عبدہ المسیح الموعود لکھ دیا۔ دستخط کرتے وقت فرمایا کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ صلوٰۃ اور سلام دونوں لکھ دیئے ہیں اور حضرت رسول کریمؐ کے ساتھ صرف صلوٰۃ۔ یہ طریق درست نہیں ہے۔ یہ آقا ہیں اور وہ غلام۔ اس مقام پر وعلی عبدہ المسیح الموعود کافی ہے۔ البتہ اگر کہیں الگ لکھنا ہو تو "علیہ الصلوٰۃ والسلام" لکھنے میں حرج نہیں۔

حضرت امیر المومنین

جب آپ کا ذاتی مکان "البشریٰ" تعمیر ہو گیا، اور آپ صدر انجمن احمدیہ کا کوارٹر چھوڑ کر وہاں تشریف لے جانے لگے تو اس وقت فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسی مکان میں رہوں، جہاں ہم حضرت صاحب کے قرب میں بیٹھے ہیں۔ وہاں دور ہو جاؤں گا یہ ایک مختصر سا فقرہ ہے۔ مگر اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے یہ تھوڑا سا مکانی بُعد بھی کتنا دوبھر محسوس ہوتا تھا جو احباب مرکز میں بار بار آنے میں سستی کرتے ہیں۔ انہیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

امام وقت کی اطاعت کا جذبہ

ایک دن حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ جو شخص امام وقت کے ایسے حکم کی اطاعت کرتا ہے جس کو اس کا دل اور دماغ بھی تسلیم کرتا ہے تو یہ اطاعت درحقیقت امام وقت کی اطاعت نہیں کہلا سکتی بلکہ یہ تو اس کے اپنے دل و دماغ کی اطاعت ہے۔ دراصل امام وقت کی اطاعت یہ ہے کہ وہ امام وقت کے ایسے حکم کو انشراح صدر سے تسلیم کرے جس کو بظاہر اس کا دل اور دماغ ماننے کو تیار نہ ہو چنانچہ حضرت میاں صاحبؓ نے اسی مضمون کو ایک مرتبہ اپنی ایک چٹھی میں بھی بیان فرمایا ہے۔ جس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے

"مجھے تو روحانیت کا شروع سے یہی سبق ملا ہے کہ اگر امام کی طرف سے کسی غلط فہمی کے نتیجہ میں کوئی سزا دی جائے تو اسے انشراح صدر سے قبول کرنا چاہیئے یہی برکت کی راہ ہے مجھے یاد ہے کہ خود مجھے بھی ایک دفعہ قادیان کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک معاملہ میں -/۲ روپیہ کا جرمانہ ڈالا تھا۔ اور میں یقین رکھتا تھا کہ حضور کا یہ فیصلہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مگر میں نے خاموشی سے وہ جرمانہ ادا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے نتیجہ میں برکت دی۔ لیکن آپ لوگ ان برکتوں سے [illegible] کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

ان کی تربیت کا یہ بھی ایک اہم ذریعہ ہے کہ وہ بعض باتیں اپنے مزاج کے خلاف برداشت کرنا سیکھیں۔

جماعت کا انتظام اخوت

حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا ہوا تھا کہ جو دوست قافلہ قادیان میں نام لکھاتے اور منظور رکھے جانے کے بعد قافلہ میں نہ جا سکیں تو ان سے پندرہ روپے بطور جرمانہ وصول کئے جائیں۔ چنانچہ ایسے احباب سے یہ رقم وصول کی کوشش کی جاتی ہے۔

اپریل ۱۹۶۳ء کی بات ہے کہ ایک صاحب سے اس سلسلہ میں متعدد خطوط کا تبادلہ ہوا۔ اس پر میں نے حضرت میاں صاحب کی طرف سے جو خط ڈرافٹ کیا اس کے آخر میں لکھا کہ اس سلسلہ میں آپ سے کافی خط وکتابت ہو چکی ہے اور اس خط کو آپ اس تعلق میں آخری سمجھیں۔ میرے ذمہ اور بہت سے اہم امور ہیں جنہیں سرانجام دینا ہے۔ اس چٹھی پر حضرت میاں صاحب نے دستخط تو فرما دئے مگر میرے اس طرح لکھنے کو ناپسند فرمایا اور مجھے دوسرے دن تحریر فرمایا۔

"قافلہ میں شامل نہ ہونے پر اب جو خطوط جرمانہ کے متعلق دوستوں کو لکھتے ہیں۔ انہیں ضابطہ کی سختی کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ جماعت کا انتظام اخوت پر قائم ہے۔ بیشک ضابطہ کا خیال رکھا جائے مگر انداز گفتگو برادرانہ ہونا چاہیئے۔"

اس مختصر عبارت میں دو اہم امور کو کس خوبصورت اسلوب سے بیان فرمایا کہ ضابطہ کا خیال بھی رکھا جائے لیکن اس طور پر کہ اخوت کا سلسلہ بھی ٹوٹنے نہ پائے۔

مساکین اور غرباء کی امداد

احباب جماعت جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وسعت رزق عطا فرمائی ہوئی ہے وہ مرکز میں رہنے والے مساکین اور غرباء کے لئے جہاں امدادی رقوم بھجواتے ہیں وہاں وہ صدقات کی رقوم بھی بھیجتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی اس امر کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ اس رقم سے بکرا یا چھترا خرید کر اسکا گوشت مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت میاں صاحب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ زمیندہ رقم کی منشاء کے مطابق خرچ کرواتے۔ صدقہ بکرا کی صورت میں علاوہ مستحقین میں گوشت تقسیم کروانے کے چیلوں اور کتوں کو بھی گوشت ڈلوانے کی ہدایت فرماتے۔ ایک دفعہ میرے استفسار پر کہ چیلوں اور کتوں کو گوشت ڈلوانے کی کیا حکمت ہے فرمایا کہ میں اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں ایسا کرتا ہوں۔ اور پھر سورۃ ذاریات کی یہ آیت پڑھی کہ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم (فرمایا محروم میں وہ ذی روح بھی شامل ہیں۔ جو سوال نہیں کر سکتے اور ان میں حیوانات وغیرہ بھی شامل ہیں جو سوال نہیں کر سکتے۔ سوال کرنے والا تو اپنے حق کا مطالبہ کر لیتا ہے مگر جو سوال نہیں کرتا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہدایت فرمائی ہے کہ محروم کے حق کا بھی خیال رکھا جائے۔

اسی طرح ایک مرتبہ مجھے ہدایت فرمائی کہ اگر آپ کے علم میں کوئی امداد کا مستحق ہو اور وہ خود سوال کرنے میں حجاب محسوس کرتا ہو تو ایسے افراد کے نام آپ اپنی طرف سے پیش کیا کریں۔ مگر یہ خیال رہے کہ وہ واقعی امداد کا مستحق ہو۔ چنانچہ میں اس غرض سے ہر موقعہ پر مستحق افراد کے نام پیش کر کے انہیں امداد دلواتا رہا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحبؓ نے چھٹے ماہ کی رقم مطلوبہ امداد [illegible] کی مجھے ہدایت فرمائی۔ مگر میں خاموش رہا اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے میری طرف دیکھتے ہوئے میری خاموشی کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ امداد کی رقم ختم ہو چکی ہے اور کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ نے مشفقانہ نگاہوں سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا "گھبرائیں نہیں یہ رقم ادا کر دیں" اللہ تعالیٰ بہت دینے والا ہے۔ چنانچہ اگلے چند دنوں میں ہی اس مد میں سینکڑوں روپے آ گئے۔

کارکنوں اور خادموں سے سلوک

آخر ستمبر ۱۹۶۳ء میں حضرت میاں صاحبؓ نے "ذکر حبیب" کی تیاری کے لئے مجھے مواد کا ایک دفتر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ایسی روایات نوٹ کر کے دیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معمولات، اخلاق فاضلہ، دعاؤں کی تاثیرات اور معجزات کا ذکر ہو یا اسی قسم کی اور باتیں ہوں جو تقریر جماعت کے لوگوں اور جماعت کے لوگوں کے لئے مفید اور موثر ہوں اس فریضہ کے ساتھ کہ ان کی چھٹی تقریر میں یہ روایات درج ہوں۔ مگر میں بوجہ مصروفیت یہ کام جلد سرانجام نہ دے سکا۔ اس پر حضرت میاں صاحب نے مجھے مندرجہ ذیل یاددہانی تحریر فرمائی کہ:-

"میں نے آپ کو ایک ضخیم مسودہ "ذکر حبیب" کے مواد کا بھجوایا تھا شاید آپ بھول گئے ہیں۔ مجھے جلسہ سالانہ کے لئے تیاری کی ضرورت ہے مارچ ۱۹۶۳ء کے لئے۔ اس لئے انتخاب کی فوری ضرورت ہے۔"

سبحان اللہ حضرت میاں صاحب اپنے ایک کارکن کو کس عمدگی اور کس خوش خلقی سے یاد دلاتے ہیں۔ "ذکر حبیب" کی یہ تقریر آئینہ جمال کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔

حضرت میاں صاحب جب ربوہ سے باہر سفر پر تشریف لے جاتے تو یہ آپ کی مستقل ہدایت تھی کہ دفتر کی طرف سے روزانہ ایک خط انہیں بھجوایا جاتا ہے اور ان کی طرف سے بھی روزانہ ایک خط آیا کرتا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں کسی وجہ سے میرے مختلف تاریخوں کے چار خط ایک ہی دن انہیں ملے اس پر آپ نے اس کا اظہار یوں فرمایا:-

"آج آپ کی طرف سے چار خط اکٹھے ملے اور میرا بوجھ دگنا ہو گیا اب سوچتا ہوں کہ آپ کا شکریہ ادا کروں یا شکوہ کروں"

حضرت میاں صاحبؓ کو صحت لفظی کا بھی بہت خیال ہوتا تھا ایک مرتبہ میری موجودگی میں ایک صاحب نے ایک مسودہ کی عبارت پڑھ کر سنائی اس میں لفظ مستحق کو مستحق پڑھا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مستحق بات کی ایک قسم ہے اور یہ صاحب مستحق نہیں ہیں بلکہ ایک اچھے بھلے آدمی ہیں۔ مستحق پڑھیں اسی طرح ہمارے دفتر کے کارکنان کو بھی اگر لفظ غلط پڑھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور صحت لفظی کروا دیتے۔

حضرت میاں صاحبؓ اپنے دفتر کے کارکنان کی بڑی قدر دانی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب نے ایک کام کے تعلق میں دفتر کی کوتاہی پر خیال فرماتے ہوئے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ایک کاغذ پر آپس کا تصفیہ کرا کے فوراً آرڈر بک پر درج کر کے مجھے دکھایا جائے۔ میں نے اس مقصد کے تحت کوشش کی تھی۔ مگر بعد میں میں نے کسی ذریعہ سے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ آرڈر فلاں فلاں وجوہ سے درست نہیں معلوم ہوتا ہے اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے وہ مسودہ آرڈر واپس منگوایا اس پر صدر انجمن احمدیہ کے ایک افسر کی رائے حاصل کی اور پھر وہ آرڈر واپس بھجوا کر دریافت فرمایا کہ اب میری رائے اس بارہ میں کیا ہے۔ میں نے اس پر نہایت ادب کے ساتھ پھر یہ عرض کر دیا کہ میں اپنی سابقہ رائے پر بدستور قائم ہوں۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے دفتر کی آرڈر بک منگوا کر اس آرڈر کو اپنے ہاتھ سے قلمزن کر دیا۔

حضرت میاں صاحب خود بھی بکثرت دعائیں کرتے تھے اور بزرگان سے بھی دعائیں کرواتے رہتے تھے۔ دعا پر آپ کو بہت یقین تھا۔ ۱۹۶۲ء میں "ذکر حبیب" کا مضمون املا کرانا شروع فرمایا۔ آپ کا طریق تھا کہ آپ کرسی پر بیٹھے رہتے تھے اور مضمون املا کرواتے جاتے تھے۔ مگر خلاف معمول اچانک لکھوانا روک دیا گئے۔ فرمانے لگے۔ آج اس مضمون میں روانی نہیں ہے۔ اس لئے اسے چھوڑ دیں اور بزرگان کو دعا کے لئے خط لکھیں۔ چنانچہ پھر دعا کے لئے خط کا مضمون لکھوا دیا۔ اور دفتری کام شروع کروا دیا۔

اسی طرح ستمبر ۱۹۶۳ء میں بھی [illegible] سے تحریر فرمایا کہ میرا مضمون چند دنوں سے رکا ہوا ہے۔ قبض و بسط کی حالت آ جاتی ہے۔ اس لئے مولانا بقاپوری صاحب اور مولانا راجیکی صاحب سے دعا کے لئے عرض کریں۔"

اوائل ۱۹۶۳ء کی بات ہے کہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے ایک ذاتی معاملہ کے بارہ میں مجھے کچھ پریشانی کی خبر ملی اس سے مجھے بہت فکر پیدا ہوئی جب میں نے حضرت میاں صاحبؓ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی ایسی خبر پہنچی ہے۔ اس میں گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ میں خدا کے فضل سے حق پر ہوں۔ مگر میرے چہرہ سے تشویش کے آثار زائل نہ ہوئے اور میں واپس آ گیا۔ اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے میری فکر مندی دور کرنے کے لئے ایک خط لکھا جس کا ضروری حصہ مندرجہ ذیل ہے:-

"آپ کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں کہ اس معاملہ کے شروع میں مجھے فکر پیدا ہوا تھا (تو میں نے) دعا کی تو ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنگلی رستہ پر گزر رہا ہوں وہاں ایک درخت کی جڑوں میں دو سانپ بیٹھے ہیں۔ جن میں سے ایک بڑا ہے اور ایک چھوٹا ہے۔ مجھے انہیں دیکھ کر کچھ خوف پیدا ہوا۔ مگر اچانک میری مدد کے لئے حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب انور ڈنڈوں سے مسلح ہو کر ...... پہنچ گئے اور غالباً ان میں سے ایک کے پاس بندوق بھی تھی۔ اس طرح میں اس غیبی نصرت کے ذریعہ خطرہ سے محفوظ ہو گیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب بھی خدا میری نصرت فرمائے گا۔ اور میری حفاظت کرے گا۔ ظاہری اسباب کے ماتحت احتیاط کے تمام ضروری پہلو مد نظر رہنے چاہئیں ...... بہر حال میں خدا کے فضل سے حق پر ہوں اور خدا میری حفاظت فرمائیگا"

اس خط کے بعد میری تشویش دور ہو گئی۔

شدید محنت کی عادت

حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود خرابی صحت کے شدید محنت کرتے تھے اکثر اوقات کھانے کی بھی پرواہ نہ فرماتے اور کام میں مگن رہتے۔ جب خادم بار بار آ کر اطلاع دیتا کہ کھانا تیار ہے تو فرماتے کہ یہاں بھیج دیں میں نے لکھنا ہے۔ میں خاموش ہو کر دیکھتا آپ کھانا کھاتے ہیں۔ قافلہ قادیان کے انتظام وغیرہ کے سلسلہ میں قریباً روزانہ کراچی سے پاسپورٹوں کی اطلاع وصول ہوا کرتی تھی۔ کہ اخبار الفضل کی تازہ شدہ فہرست کے فلاں فلاں نمبر کے پاسپورٹ پہنچ گئے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے بعض وقت رات بارہ بجے تک انتظار فرماتے۔ اگر میں اس وقت وہاں موجود ہوتا تو اسی وقت فون کی اطلاع نوٹ کر کے بھجوا دیتے اور بعض کبھی دفتر کے کارکنان میں جوش عمل پیدا کرنے کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو بھئی میں ستر سال کا بوڑھا آدمی اتنے گھنٹے روزانہ کام کر سکتا ہوں تو آپ نوجوان اسی قدر کام کیوں نہیں کر سکتے۔

گزشتہ مشاورت کے موقعہ پر ایک صاحب کی طرف سے چند ایک تجاویز مجلس شوریٰ میں پیش ہوئیں۔ اور ایک مرتبہ وہ ایجنڈا بنا کر حول دیتے ہوئے اپنے موقف پر اصرار کر رہے تھے۔ حضرت میاں صاحبؓ جو اس وقت صدارت پر تشریف فرما تھے اس وقت پکڑ لینے کی غرض سے فرمایا "بیٹھ جائیں"۔ جب اس دن کا پہلا اجلاس ختم ہوا اور حضرت میاں صاحبؓ واپس تشریف لے جانے لگے تو مجھے ان کی دوسری جانب سے آتے ہوئے دیکھ کر فرمانے لگے کہ آپ کو [illegible] کا ٹکٹ نہیں ملا۔ میں نے عرض کیا کہ بیٹھنے پر جگہ تنگ ہوتی ہے اس لئے میں دو سال سے زائد کا ہی ٹکٹ لیتا ہوں۔ مگر مشاورت کی کارروائی میں نے پوری سنی ہے۔ فرمایا پھر کوئی بات؟ میں نے عرض کیا۔ کہ آپ نے اجلاس میں فلاں صاحب کو جب بیٹھ جانے کا ارشاد فرمایا تھا تو مجھے کچھ سخت معلوم ہوتا تھا۔ جب آپ دوسرے اجلاس میں تشریف لائے تو آپ نے کارروائی شروع کرنے سے قبل اس پر معذرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے دفتر کے ایک کارکن نے مجھے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ میں ان دوستوں سے معذرت کرتا ہوں۔ میں جماعت کے دوستوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان کے اخلاص اور محبت کی قدر کرتا ہوں اور ان کے لئے دعائیں بھی کرتا ہوں۔

درس القرآن

حضرت میاں صاحبؓ نے نگران بورڈ کے ذریعہ مسجد مبارک ربوہ میں درس القرآن کا سلسلہ جاری کروایا تھا۔ اور آپ روزانہ اس میں حاضری کا جائزہ بھی لیا کرتے تھے۔ [illegible] مجھے روزانہ ایک خط میں ارشاد فرمایا کہ "کسی دن درس کی حاضری نوٹ کر کے لکھیں" چنانچہ اس کی تعمیل کر دی گئی۔ اسی طرح درس کی حاضری کی رپورٹ پر تحریر فرمایا "کیا تعداد گری ہے۔ کیونکہ ایک دن پہلے [illegible]"

مرکز سلسلہ سے محبت

حضرت میاں صاحب کو مرکز سے باہر زیادہ دیر رہنا پسند نہ تھا معلوم ہوتا تھا کہ حقیقتاً آپ مرکز سے باہر رہنا گوارا ہی نہ کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ایک خط میں مجھے تحریر فرمایا:-

"مجھے روزانہ ربوہ کے موسم کا حال لکھتے رہیں۔ کیونکہ اب یہ موسم کے بدلتے ہی واپس آنا چاہتا ہوں۔ مرکز سے غیر حاضری مجھے بہت کھلتی ہے"

اسی طرح اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ:-

"آج پھر گویا ماہ رمضان میں پہلا روزہ ہے مگر افسوس ہے کہ میں بوجہ علالت روزے سے محروم ہوں۔ اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ لاہور میں ہونے کی وجہ سے نماز تراویح سے بھی محروم ہوں۔ لوگ غور کریں تو مرکز کی غیر معمولی برکات ہیں اور رمضان میں تو مرکز کی برکات بہت زیادہ ہو جاتی ہیں"

لطیف مزاح

حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے ازراہ شفقت مزاح کے رنگ میں بھی گفتگو فرما لیتے تھے۔ ایک مرتبہ لاہور کے ایک دوست نے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں ریوڑیاں تحفۃً بھجوائیں۔ اس وقت میں بھی حضرت میاں صاحبؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے اس میں سے کچھ ریوڑیاں ایک کاغذ میں ڈال کر مجھے بھی دیں اور باقی [illegible] بھجوا دیں۔ میں نے [illegible] ریوڑیاں رکھ لیں اور اپنے کام میں مصروف رہا۔ اور فارغ ہونے پر اپنے ساتھ لے آیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد قافلہ قادیان کے کام کے سلسلہ میں دفتر کے بعد حضرت میاں صاحب کے ہاں حاضر ہوا تاکہ حضرت میاں صاحب سے افراد قافلہ کا انتخاب کروا لوں۔ اسی دوران میں ایک خادم حضرت صاحب کی طرف سے ایک تھال میں کچھ مٹھائی لایا۔ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ حضور کا تبرک ہے۔ آپ بھی مٹھائی کھائیں۔ میں نے برفی کی ایک ڈلی اٹھائی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے ازراہ [illegible] خادم کو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ [illegible] میں سے ایک لفافہ اٹھا لاؤ تاکہ میں اس میں مٹھائی ڈال دوں۔ ہاشمی صاحب اپنے [illegible] کے بغیر کھانا نہیں چاہتے۔

خادموں کی دلداری

حضرت صاحبزادہ صاحب مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ کام کرنے والے افراد کی دلداری کا بڑا خیال رہتا تھا۔ دو اڑھائی سال کی بات ہے کہ گزشتہ [illegible] ایک بھیرے بھائی کی وفات پر جبکہ ان کو رات کو ان کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے [illegible] سے ربوہ لایا۔ تو میرے عرض کرنے پر کہ اگر آپ کی طبیعت اچھی ہو۔ تو آپ جنازہ پڑھا دیں۔ فرمایا کہ میں جنازہ پڑھاؤں گا اور پھر باوجود علالت طبع کے اور نقرس کی تکلیف کے باہر [illegible] کوٹھی سے تشریف لا کر احاطہ مسجد مبارک میں نماز جنازہ پڑھا دی اور میت کو کندھا بھی دیا۔

گزشتہ ڈیڑھ سال سے جبکہ آپ کی صحت اچھی نہ رہتی تھی۔ آپ مختلف تقریبات میں شمولیت فرمانے سے معذرت کر دیتے تھے میں نے [illegible] کو اپنی بچی کے رخصتانہ کی تقریب پر دعا کرانے کی درخواست کی۔ جس پر تحریر فرمایا:-

"اللہ مبارک کرے۔ اگر صحت ہوئی اور زندگی رہی تو انشاء اللہ حضرت صاحب کی سیر کے بعد آپ کی بچی کی شادی میں شریک ہوں گا وقت کی تعیین کرنا مشکل ہے۔ تاہم پونے پانچ بجے کا وقت رکھ لیں"

چنانچہ آپ ازراہ شفقت تشریف لے آئے اور آپ نے دعا کرانے سے قبل ان کلمات سے شروع فرمایا:-

"مختار احمد صاحب ہاشمی کی بچی کا آج رخصتانہ ہے [illegible] دفتر کے [illegible] کارکن ہیں اور اس لحاظ سے ان کا [illegible] حق ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بچی کو اس [illegible] کی زندگی نصیب کرے۔ اس [illegible] میاں بیوی کو اتحاد و اتفاق سے نوازے اور انہیں بابرکت زندگی نصیب ہو"

اس کے بعد اجتماعی دعا کرائی۔ [illegible] کے الفاظ میں جو دلجوئی۔ دلداری۔ حوصلہ افزائی محبت اور شفقت کا اظہار ہے وہ میرے لئے اور میرے عزیزوں کے لئے باعث صد فخر ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

حضرت میاں صاحبؓ کے آخری ایام

اب میں چند واقعات کو بیان ختم کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے متعلق چند امور کا ذکر کرتا ہوں۔ غالباً تین ماہ سے تین ماہ کی بات ہو گی کہ میں بعض دفتری امور کے سلسلہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا ہاشمی صاحب! آپ کو علم ہے کہ مجھے ایک عرصہ سے متواتر خوابیں آ رہی ہیں۔ آج صبح جب میں بیدار ہوا تو میری زبان پر یہ مصرعہ جاری تھا:

"اڑ جا بلبل چلیں کہ وقت آ گیا"

"اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری وفات کا وقت قریب آ رہا ہے"

میں آخری مئی ۱۹۶۳ء سے رخصت پر ربوہ سے باہر گیا ہوا تھا۔ اسی دوران میں مجھے دفتر کی طرف سے مکرم قریشی عطاء اللہ صاحب کے ذریعہ اطلاع ملی کہ حضرت میاں صاحبؓ بغرض علاج لاہور جانے والے ہیں۔ اور [illegible] میں جلد واپس آ جاؤں۔ چنانچہ میں ۲۹ [illegible] کی صبح کو کوٹھی "البشریٰ" حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضرت میاں صاحبؓ بستر پر آرام فرما رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے مصافحہ فرماتے ہوئے حسب معمول خیریت دریافت فرمائی اور فرمایا۔ کہ میرا تو اب آخری وقت قریب آ رہا ہے۔ مجھے ایک عرصہ سے متواتر خوابیں آ رہی ہیں اور ان کی بنا پر میں ایسا سمجھتا ہوں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ ان خوابوں میں وقت کی بھی تعیین ہے؟ ممکن ہے کہ یہ وقت کئی سال کے بعد کا ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور کشوف بیس سو سال تک پورے ہوتے رہے ہیں۔ فرمایا کہ وقت کی تعیین تو نہیں ہے مگر میں اس تعبیر کی رو سے سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے واللہ غالب علیٰ امرہ اور [illegible] پر بھی غالب ہے۔ یہ سنکر آپ کی آواز میں جذبات اور شوکت پیدا ہو گئی۔ فرمایا ہاشمی صاحب! میرا اس آیت پر پورا یقین اور ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر پر غالب ہے اور [illegible] عاجز نہیں ہے وہ طاقت اور حکومت رکھتا ہے۔ وہ پوری طاقت اور غلبہ رکھتا ہے۔ وہ اس میں ترمیم و تنسیخ کر سکتا ہے۔ وہ اسے بدل سکتا ہے۔ مگر میں یہی سمجھتا ہوں کہ میرا مقدر وقت قریب آ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ احباب جماعت آپ کی صحت [illegible] دعائیں کر رہے ہیں اور صدقہ [illegible] ہو رہے ہیں۔ [illegible] آپ کی یہ کیفیت [illegible] کے خلاف ہے۔ فرمایا۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ عزیز میاں [illegible] کی وفات کے صدمہ کو میں نے کس طرح برداشت کیا اور پھر عزیز میاں شریف احمد صاحبؓ کی وفات کے وقت کس طرح اپنے جذبات کو قابو میں رکھا حضور [illegible] کی خدمت میں یہ اطلاع میں نے کس طرح کنٹرول کرتے ہوئے دی اور پھر جلسہ سالانہ کے سٹیج پر میں نے میاں شریف احمد صاحبؓ کی وفات کا اعلان کیا۔ کیا آپ نے میرے کسی لفظ یا فقرہ یا کسی حرکت سے یہ محسوس کیا کہ میں جذبات کی رو میں بہہ گیا ہوں۔ اب میرا مقدر وقت آ گیا ہے جو ہر حال آنا ہی تھا۔ پھر آپ نے فرمایا:

تحسین منجن
دانتوں اور مسوڑھوں کی
تمام بیماریوں کا بہترین علاج
اور دانتوں کو موتیوں کی طرح
صاف رکھنے والا منجن۔
قیمت فی تولہ ۴ ر
دواخانہ خدمت خلق حیدرآباد
ہر انسان کے لئے
ایک ضروری پیغام
کارڈ آنے پر
مفت
عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن
ہر قسم کے سامان بجلی کے لئے
ملتان ڈویژن کی واحد بڑی دکان
ٹیلیفون نمبر ۲۷۳۸
پائونیر الیکٹرک کمپنی
پائونیر مارکیٹ بیرون حرم گیٹ ملتان شہر
سے رجوع فرماویں
پروپرائٹر چوہدری عبداللطیف قادیانی
الفردوس کلاتھ مرچنٹ انارکلی لاہور
اعلیٰ قسم کا لیڈیز کپڑا اور گرم چادروں کی خریداری کیلئے اپنی
دکان کو ہمیشہ یاد رکھیں
الفردوس کلاتھ مرچنٹ ۸۵ انارکلی لاہور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام کتب
چوبیس ۲۴ جلدوں میں
روحانی خزائن بصورت سیٹ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۸۴ کتب بصورت سیٹ
۲۰×۲۶ کے سائز پر شائع کی جا رہی ہیں۔ اس سیٹ کی ہر جلد کیساتھ ابتدا سے انتہا صفحات تک کا ردیف وار انڈکس بصورت خلاصہ مضامین بھی شائع کیا جاتا ہے جس سے مضامین کی تلاش میں سہولت پیدا کر دی گئی ہے۔ یہ سیٹ صرف ایک ہزار کی تعداد میں شائع کئے جا رہے ہیں اور اب تک دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور باقی جلدیں بھی جلد شائع ہو جائیں گی انشاء اللہ۔
اب صرف ان جلدوں کے چند سیٹ قابل فروخت باقی ہیں
احباب کرام کو یہ سیٹ جلد خرید کر لینے چاہئیں تا ختم ہونے پر انہیں محروم نہ ہونا پڑے۔ پورے سیٹ کی قیمت ۲۴۰ روپے ہے لیکن پیشگی قیمت ادا کرنے والوں کے لئے رعایتی قیمت ۱۹۰ روپے ہے۔
Digitized by Khilafat Library Rabwah
"ملفوظات" حضرت مسیح موعود علیہ السلام
(بصورت سیٹ)
ہم بمسرت احباب کو یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرح اب ہم حضور علیہ السلام کے ملفوظات بھی مسلسل وار بصورت سیٹ شائع کر رہے ہیں۔ ملفوظات کا سیٹ دس جلدوں میں ختم ہوگا جس میں سے چار جلدیں شائع ہو گئی ہیں اور باقی بھی انشاء اللہ جلد شائع ہو کر قارئین کے استفادہ کیلئے منظر عام پر آنیوالی ہیں۔ پورے سیٹ کی رعایتی قیمت ۷۰/- روپے۔
ہم اپنے کرمفرماؤں سے درخواست کرتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے حضور علیہ السلام کی کتب کے سیٹ خرید فرمائے ہیں "ملفوظات" کے سیٹ بھی خرید کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔
یہ سیٹ جہاں آپ کی علمی اور روحانی ترقی کا موجب ہوگا وہاں آپ کی نسلوں کی دینی اور روحانی تربیت و ترقی کا موجب بھی ہوگا۔ امید ہے کہ احباب گرانقدر جواہر پاروں کو حاصل کر کے ہمیں شکریہ کا موقع دیں گے۔
ملفوظات کی ہر جلد کی قیمت آٹھ روپے ہے اور جو دوست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے سیٹ کے خریدار ہیں ان کے لئے سات روپے فی جلد ہے۔
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ مذاہب عالم کی معرکۃ الآراء تقریر
اسلامی اصول کی فلاسفی (عکسی)
جو بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہے
(اردو)
جس کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں
ھدیہ سفید کاغذ عمدہ طباعت و خوبصورت جلد ۲-۵۰
آرٹ پیپر ۳-۵۰
آج ہی آرڈر بھجوا کر طلب فرمائیں
ملنے کا پتہ
الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی حیات مقدسہ پر ایک نظر (بقیہ)

تشریف لے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے
قدوم میمنت لزوم سے ہمارے گھر کو زینت بخشی اور
پھر واپس تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضرت مولانا
سید سرور شاہ صاحب نے جائے بھی ایک تقریر
بھی فرمائی تھی۔ (الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۱۶ء)

مئی ۱۹۱۶ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد
صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم اے
عربی کا امتحان پاس کر لیا۔ ... صاحب مرحوم نے
بھی آپ کے ساتھ ہی ایم اے کیا۔ "الفضل"
نے جماعت کے سامنے مبارکباد دی کہ

"اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ والا تبار کو جیسے
علوم ظاہری سے حصہ دیا ہے۔ ایسا ہی بلکہ اس سے
بھی بڑھ کر باطنی علوم سے بھی بہرہ ور فرمائے
اور آپ ہر پہلو سے قرۃ العین ثابت ہوں۔" (الفضل
۱۶ مئی ۱۹۱۶ء)

ایم اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ
نے پھر اپنے منصوبہ دارالفضل آنریری طور پر سر انجام
دینے شروع کر دیئے۔ آپ ان دنوں مدرسہ احمدیہ
کے بھی افسر تھے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں
نصف ... کو جغرافیہ بھی پڑھاتے تھے اور یہ تمام
کام ... کرتے تھے۔ اگست ۱۹۱۶ء میں افسر
صاحب ہائی سکول نے صدر انجمن احمدیہ میں رپورٹ
کی کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب مدرسہ میں عرصہ
سے آنریری طور پر کام کر رہے ہیں اور
نصف ... ہائی سکول میں پڑھاتے ہیں۔ ... اب
انسپکٹر کا ... آیا ہے کہ ... آنریری ...
پیڈ پورے وقت کا ہونا چاہیئے اور حضرت
میاں صاحب کا تقرر بھی ایسا ہے کہ موجودہ
صورت میں آپ کے سوا کوئی پڑھانے والا نہیں
اس لئے ان کا پورے وقت کے لئے انتظام
ہونا ضروری ہے۔ اور عنقریب ... تبدیلی
ہونے ... اور کام بھی آپ کے سپرد کیا
جائے گا۔ اس وقت سکول میں دو عہدے خالی
ہیں ... ان میں
سے ایک اسامی ... سکول کی ہے اور دوسری
... کے لئے کسی تبدیلی
کی ضرورت نہیں اور نہ ہی موجودہ وقت سے
زیادہ ... ریاضی
کے طور پر اس وقت ... صاحب کام
کر رہے ہیں۔ میرے نزدیک ... اس طرح پر
حضرت میاں صاحب کو ... روپیہ دیا
جائے اور ... صاحب کو ... مستقل
مقرر کیا جائے۔

اس رپورٹ پر صدر انجمن احمدیہ نے فیصلہ کیا کہ
حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کا تقرر
بعہدہ ... روپیہ ماہوار
منظور ہے ... صدر انجمن احمدیہ مورخہ
۱۰ اگست ۱۹۱۶ء)

یہ تقرر صدر انجمن احمدیہ کے رزولیوشن ... مورخہ
... ۱۹۱۶ء کے مطابق ...
کے لئے ... ۹ فروری ۱۹۱۷ء کو
ختم ہو جاتی تھی۔

ستمبر ۱۹۱۶ء میں آپ نے مسئلہ کفر و اسلام پر
ایک نہایت ... قیمتی مضمون لکھا جو بہت پسند
کیا گیا۔ یہ مضمون الفضل کے دو نمبروں میں
شائع ہوا۔ (الفضل ۹ ستمبر ۱۹۱۶ء)

اکتوبر ۱۹۱۶ء میں حضرت ام المؤمنین لاہور
تشریف لے گئیں تو آپ بھی ان کے ہمراہ چند
دن کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ (الفضل
۲۴ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

دسمبر ۱۹۱۶ء میں چونکہ حضرت مفتی محمد صادق
صاحب نے اپنا کتب خانہ جس میں قریباً ۵ ہزار
کتابیں تھیں صدر انجمن کو دے دیا تھا۔ اس
لئے انجمن نے اس کتب خانہ کا انتظام حضرت
صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے سپرد کر دیا۔
اور مدرسہ احمدیہ کا ایک بڑا کمرہ اس کے لئے
مخصوص کیا گیا (الفضل ... دسمبر ۱۹۱۶ء)

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا
بشیر احمد صاحب کا تقرر بعہدہ مدرس ریاضی جو
... کے لئے ہوا تھا اس لئے ضروری تھا کہ
دفتر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف سے اس عارضی
تقرر کی توسیع یا آپ کے استقلال کے متعلق
صدر انجمن احمدیہ میں رپورٹ کی جاتی۔ مگر کسی
غلطی کی وجہ سے کوئی رپورٹ نہ آئی۔ اسی دوران
میں چونکہ حضرت مولوی شیر علی صاحب ایڈیٹر ریویو
آف ریلیجنز کی خدمات ترجمۃ القرآن کے لئے
حاصل کر لی گئیں۔ اس لئے ان کے قائمقام کے طور
پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمات
ایک سال کے لئے صیغہ اشاعت اسلام میں ریویو
آف ریلیجنز اردو و انگریزی کی ایڈیٹری کے
لئے منتقل کر دی گئیں (رزولیوشن ۱۰۳ مورخہ
۱۱ مئی ۱۹۱۷ء)

پھر عہدہ جنرل سیکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ
نے رپورٹ کی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد
صاحب کا مستقل تقرر بطور ریاضی مدرس ۹ فروری
۱۹۱۷ء سے منظور کیا جائے تاکہ ان کے حقوق ترقی
وغیرہ محفوظ رہ سکیں۔ اس پر صدر انجمن احمدیہ
نے فیصلہ کیا کہ

"مرزا بشیر احمد صاحب کا تقرر بعہدہ مدرس
ریاضی ۹ فروری ۱۹۱۷ء سے مستقل کیا جاتا ہے لیکن
یکم فروری ۱۹۱۷ء سے ان کی خدمات کا محکمہ صیغہ
اشاعت اسلام میں بعہدہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ریویو
آف ریلیجنز منتقل کی جاتی ہیں۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر کا
گریڈ ۱۰۰ - ۲۰۰ ... ہوگا۔ سال حال کے
لئے افسر مدرسہ احمدیہ اور ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی
سکول دونوں نے مرزا بشیر احمد صاحب کو مقرر کیا جاتا
ہے (رزولیوشن ... مورخہ ... ۱۹۱۷ء)

... کے قابل ہے ...
اس کے کہ سال بھر تک آپ کی مستقل تقرری کا کوئی
فیصلہ نہ ہوا۔ آپ نے خود ہی اس بارہ میں کوئی
درخواست نہ دی اور نہ ہی صدر انجمن احمدیہ کو
توجہ دلائی۔ ... اس معاملہ میں ... کی وجہ یہ
تھا کہ آپ نے سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے
آپ کو وقف کرتے وقت کہا تھا کہ

"ہم ہمیشہ سلسلہ کی خدمت میں زندگی
گزاریں گے اور کبھی کسی معاوضہ یا ترقی یا حق
کا مطالبہ نہیں کریں گے۔" (الفضل ۱۳ دسمبر
۱۹۱۸ء)

ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے دور میں آپ
نے کئی قیمتی مضامین تحریر فرمائے۔ جولائی ۱۹۱۸ء
میں آپ نے وفات مسیح کے عنوان سے ایک پر مغز
مقالہ تحریر فرمایا جو ... کے نام
سے شائع ہوا۔ اسی طرح الفضل میں بھی وقتاً
فوقتاً آپ مضامین لکھتے رہے چنانچہ مئی
۱۹۱۸ء میں آپ نے اسعد احمد پر ایک لطیف
مضمون تحریر فرمایا (الفضل ... مئی ۱۹۱۸ء)

بہرحال صدر انجمن احمدیہ میں آپ کی باقاعدہ
کارکردگی کا آغاز ۹ فروری ۱۹۱۷ء سے ہوا
اس سے قبل آپ تمام خدمات آنریری طور پر
سر انجام دیتے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کا ...
میں آتے وقت آپ کا قد ۵ فٹ ۸ انچ
تھا اور آپ کی امتیازی علامت بائیں ہاتھ
کے انگوٹھے پر ایک زخم کا نشان تھی۔

۳ اگست ۱۹۱۸ء کو مبلغین کا ایک وفد جو
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت
میر محمد اسحٰق صاحب۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب
عرفانی اور حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ... پر
مشتمل تھا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ
کی ہدایت کے تحت ... بھجوایا گیا۔ حضور بھی
... ساتھ تشریف
لے گئے اور وہاں سے ساتھ وفد کو رخصت فرمایا
اس وفد کی جو رپورٹ الفضل میں شائع ہوئی
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجمن حمایت الاسلام میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر بعثت پر
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی
ایک تقریر ہوئی۔ (الفضل ۲۵ اگست ۱۹۱۸ء)

اسی طرح آپ نے مجلس میں دو پر مغز تقریر
فرمائیں۔ ایک مسیح موعود کے متعلق اور دوسری
اس بارہ میں کہ انبیاء و خلفاء کے لئے ضروری
نہیں کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ...
اطاعت میں ہوں۔ (الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۱۸ء)

چونکہ ان دنوں حضرت امیر المؤمنین
خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں
تشریف رکھتے تھے۔ اس لئے بعض دفعہ آپ بھی
یہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت میر
محمد اسحٰق صاحب ڈلہوزی تشریف لے گئے (الفضل ۷ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

۹ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو حضور نے سرہند شریف
اور پٹیالہ جانے کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت مجدد
الف ثانی کے مزار پر دعا کرنے کے بعد آپ
ڈلہوزی واپس پہنچے۔ اور دوپہر کے ...
سفر تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت
صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی آپ کے
ساتھ تھے۔ (الفضل ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

نومبر ۱۹۱۸ء میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ
کا عظیم الشان کتب خانہ۔ صادق لائبریری
اور ... لائبریری تینوں کو یکجا کر دیا گیا تاکہ
... ایک احمدیہ لائبریری قائم ہو جائے
یہ انتظام مدرسہ احمدیہ کے ... سپرد
کیا گیا۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
کو لائبریری کا نگران اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ (الفضل
۹ نومبر ۱۹۱۸ء ریویو آف ریلیجنز اردو دسمبر
۱۹۱۸ء)۔ نومبر ۱۹۱۸ء میں ہی حضرت امیر المؤمنین
ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت ...
وزیر ہند اور ... کی خدمت میں ... محضر
کا ایک وفد بھیجا گیا۔ جس نے ۱۵ نومبر کو
دہلی میں ایڈریس پیش کیا۔ اس وفد میں حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ (الفضل
۲۰ نومبر ۱۹۱۸ء) حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ
تعالیٰ نے خود بھی مسٹر ماٹیگو وزیر ہند کی ملاقات
کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ ملاقات کے
بعد ۲۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو آپ واپس قادیان تشریف
لے آئے۔ (الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۱۸ء)

۴۵
سرزمین قادیان کا اوّلین دواخانہ
جسے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں قائم فرمایا
۱۹۱۱ء سے آپ کی جملہ طبی ضروریات بہ احسن پوری کر رہا ہے
پیچیدہ سے پیچیدہ زنانہ اندرونی امراض کا بھی علاج کیا جاتا ہے
زنانہ معائنہ کا معقول انتظام ہے
قدیمی
اوّلین
شہرۂ آفاق
حب اٹھرا رجسٹرڈ
ہمارا اصول
صاف ستھرے اجزاء
دیانتدارانہ دواسازی
عمدہ پیکنگ
غریبانہ قیمت
مخلصانہ مشورہ
اور ہم اسی اصول کے تحت ۱۹۱۱ء سے آپکی خدمت کرتے چلے آرہے ہیں
مقوی دماغ گولیاں
ذہنی کام کرنے والوں کا بہترین معاون
قیمت فی شیشی ایک روپیہ
زد جام عشق
طاقت کی لاثانی دوا
قیمت ۲۰ گولی چودہ روپے
نرینہ اولاد گولیاں
سوفیصدی مجرب دوا
تریاق خاص
نوجوانوں کی صحت کا نگہبان
۴ روپے
عرق نظامی
تلی بھس۔ خرابی جگر
اور یرقان کا علاج
مقوی دانت منجن
دانتوں کی عمر اور صحت بڑھانے کے لئے
قیمت فی شیشی ۵۰ پیسے
دوائی خاص
زنانہ امراض کا واحد علاج
قیمت فی شیشی ۳ روپے
حب مفید النساء
عورتوں کی جملہ بیماریوں کی دوا
قیمت خوراک ایک ماہ ۳ روپے
حب مسان
سوکھے کی مجرب دوا
فی شیشی دو روپے
شہزین
خرابی جگر کمزوری جسم
اور اٹھرا کی دوا
تسہیل ولادت
پیدائش کی گھڑیوں کو آسان کرنیکی دوا
قیمت ۳ روپے
حکیم نظام جان اینڈ سنز چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

الحمد للہ

ہم خدائے ذوالمنن کے شکر گزار ہیں کہ اس نے اپنے فضل سے آپکی اپنی کمپنی

طارق ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ

کو بزرگوں کی دعاؤں اور آپ کے تعاون کے طفیل اتنی ترقی دی ہے کہ وہ اب مندرجہ ذیل روٹوں پر چل رہی ہے:-

- لاہور - ربوہ - سرگودھا - جوہر آباد - قائد آباد - دریا خان
- لائل پور - ربوہ - سرگودھا - جوہر آباد - قائد آباد - میانوالی
- سرگودھا - ربوہ - چنیوٹ - پنڈی بھٹیاں - حافظ آباد - گوجرانوالہ
- لاہور - اوکاڑہ - منٹگمری - عارف والہ - قبولہ - بہاولنگر
- لائل پور - جھنگ - اٹھارہ ہزاری - گڑھ مہاراجہ - لیہ
- لائل پور - شیخوپورہ - لاہور
- سرگودھا - بھلوال - بھیرہ
- سرگودھا - بھلوال - چک رامداس
- سرگودھا - ماڑی لک - جھاوریاں
- جھنگ - کوٹ شاکر - بھکر

(بیوپاری حضرات کے لئے بلٹیوں کا سسٹم موجود ہے۔ اس سے استفادہ فرمائیں)

ہم امید کرتے ہیں کہ احباب آئندہ بھی حسب سابق اپنی کمپنی کے ساتھ تعاون فرماتے رہیں گے۔ اور اس کی مزید ترقی کے لئے دعا کرتے رہیں گے تاکہ ہم آپ کی بہتر خدمت سرانجام دے سکیں۔

خاکسار:- میرزا منیر احمد مینیجنگ ڈائرکٹر کمپنی ہذا

	ہیڈ آفس	لاہور	ربوہ	سرگودھا	جوہر آباد	میانوالی
	۲۶- دی مال - لاہور	جنرل بس سٹینڈ بادامی باغ	شاہراہ مبارک	جنرل بس سٹینڈ	جنرل بس سٹینڈ	ریلوے روڈ
فون نمبر	2700 2710 65570	64337	67	2435 2436	58	91

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے فرزندانِ گرامی

محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب

محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سی. ایس. پی

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب

محترم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ایم. اے

حضرت میاں صاحب زمانہ بچپن میں اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ - حضرت مرزا بشیر احمد صاحب - حضرت مرزا شریف احمد صاحب - حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ - حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم

حضرت میاں صاحب خدمت دین کیلئے افریقہ جانے والے لخت جگر کو رخصت فرما رہے ہیں۔

حضرت میاں صاحب کے زمانہ جوانی کی ایک شبیہ

- بشیر احمد -

حضرت میاں صاحب کا لڑکا جس نے خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی

حضرت میاں صاحب ایک جماعتی تقریب میں۔

Daily Al-Fazl Rabwah, Special Number October 1963
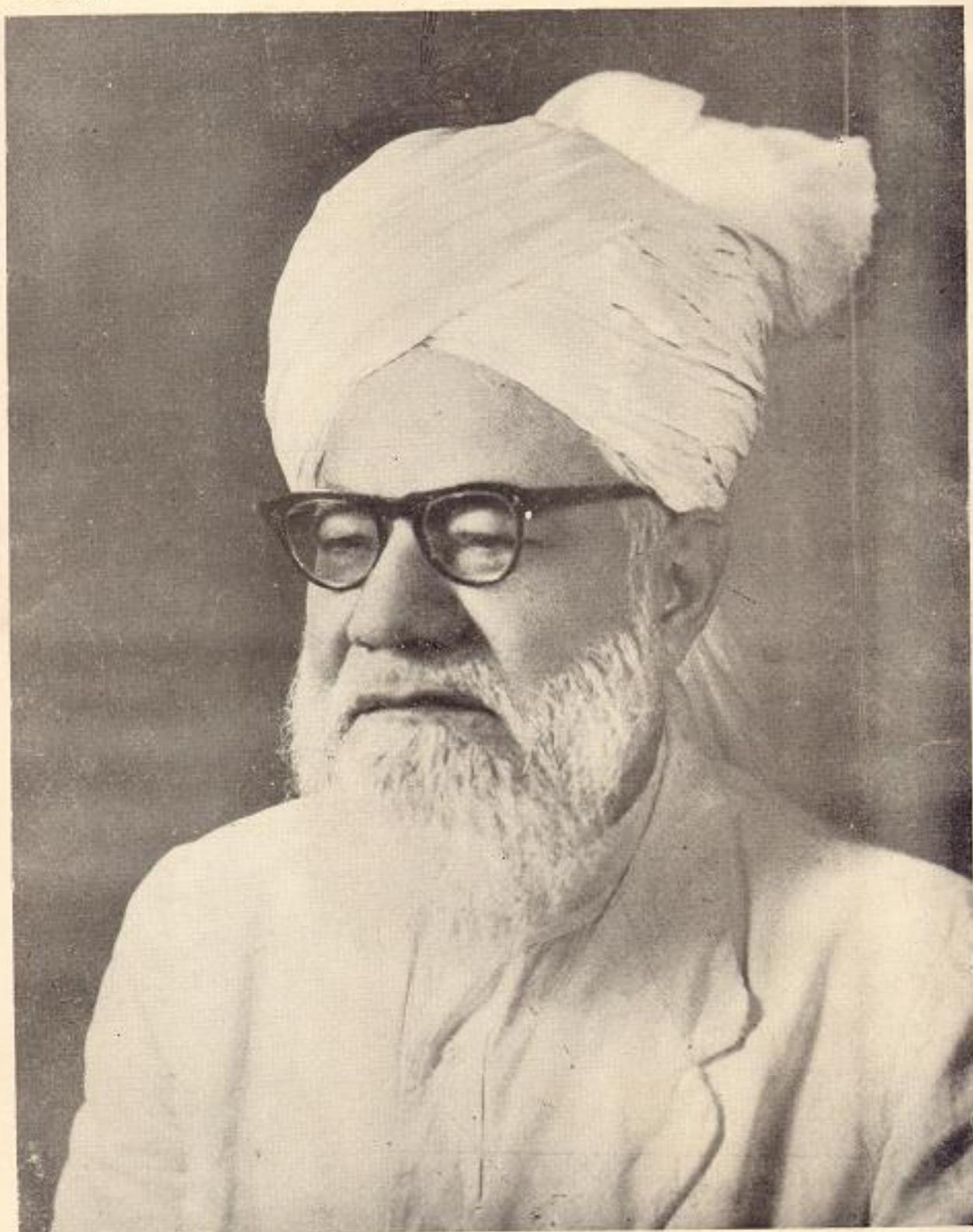
حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاریخ پیدائش ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء — تاریخ وفات ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء